جنجوعہ ہاؤس

صائمہ اکرم

ناولٹ

جنجوعہ ہاؤس

صائمہ اکرم

’’مبارک ہو نوجوانو ......! تندیِ بادِ مخالف نے ’’دوعقاب‘‘ گرادیے ہیں۔‘‘

کمرے کا دروازہ دھڑ سے کھلا اور مہروز کا اعلان کرتا ہوا منہ اسی زاویے میں جو کھلا تو پھر بند ہونا ہی بھول گیا......اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ ٹی وی لاؤنج میں پورے کا پورا اندر داخل ہو چکا تھا اور اس سے بھی بڑی بدقسمتی تھی کہ وہاں بیٹھے داجی اسے اپنی عقابی نظروں سے تاڑ چکے تھے حالانکہ ان کی سنہری

زنجیر والی عینک ان کے سر پر ٹکی ہوئی تھی۔
''انشاء اللہ زندگی رہی تو اس فسادن شرمیلی کا مقبرہ خود اپنے ہاتھوں سے ڈیزائن کروں گا......'' مستقبل کا آرکیٹیکٹ مہروز اپنے کان کھجاتے ہوئے غصے سے بڑبڑایا، گھر کی ملازمہ شرمیلی بیگم کی غلط مخبری کی وجہ سے وہ داجی کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔ جس کا کہنا تھا کہ داجی کسی ہنگامی دورے پر ''ہیڈ کوارٹر'' گئے ہوئے ہیں۔ سامنے ہی اس کا بڑا بھائی احسن اور دونوں چچا زاد کزنز فیضان اور شرجیل داجی کی ٹانگیں دبا رہے تھے۔
ان کے چہروں پر چھائی بیزاری سے وہ بخوبی اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ سب کس اذیت سے گزر رہے تھے۔
''برخوردار یہ منہ میں بڑبڑ بعد میں کر لینا، ذرا اپنا چہرہ مبارک بھی اس بڈھے کو اندر آ کر دکھا دو۔ اگر غلطی سے آ ہی گئے ہو۔'' داجی کے طنزیہ انداز پر تابندہ نے بہ مشکل اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔ وہ خود بھی پچھلے ایک گھنٹے سے اقبال کا نظریہ ''عقل و عشق'' جمائیاں لیتے ہوئے سن رہی تھی۔
''لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا......'' احسن کو اس نئے ''شکار'' کو دیکھ کر بڑی خبیث سی خوشی ہوئی۔ حالانکہ یہ شکار اس کا سگا بھائی تھا۔ وہ خود بھی ایک گھنٹے سے داجی کی ٹانگیں دبانے جبکہ اس کے چچا زاد کزنز فیضان اور شرجیل ان کے کندھوں کی سروس کرنے میں مصروف تھے۔
احسن نے اسے دیکھ کر فوراً ایک ٹانگ رضا کارانہ طور پر اس کے حوالے کی جس کے منہ کے زاویے بگڑ گئے تھے۔ اب چاروں کزنز احسن، مہروز، فیضان اور شرجیل داجی کی سروس کرنے میں مصروف تھے۔
تابندہ کو جنجوعہ ہاؤس میں آئے ہوئے بہ مشکل تین دن ہی ہوئے تھے لیکن ان تین دنوں میں اسے اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ پورے خاندان کو بات گھما پھرا کر کرنے کا ''چسکا'' ہے۔ اکثر باتیں تابندہ کے سر سے کسی جیٹ طیارے کی طرح گزر جاتیں اور وہ احمقوں کی طرح ان سب کو ایک دوسرے کے ''کوڈز'' کو ''ڈی کوڈ'' کرتے دیکھتی رہ جاتی......وہ ایک دوسرے کے مبہم اشاروں کو بھی اس قدر سرعت سے سمجھتے تھے کہ تابندہ ہکا بکا رہ جاتی۔ پہلے دو دن تو وہ داجی کے تینوں بیٹوں کی نو عدد اولادوں کے ناموں میں الجھی رہی۔ حالانکہ گھر میں موجود تینوں لڑکیاں اپنی ایک چچی کے ساتھ کوئی شادی اٹینڈ کرنے سیالکوٹ گئی ہوئی تھیں اور گھر پر آج کل صرف چھ لڑکوں کی اجارہ داری تھی، جن میں احسن، مہروز اور رضوان تین بھائی، فیضان اور شرجیل دو اور فراز اکلوتا بھائی تھا۔
''برخوردار، یہ تُندیِ بادِ مخالف نے خیر سے کون سے دو عقاب گرا دیے ہیں......؟'' داجی کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی نے مہروز کی روح فنا کی۔
''ایسے ہی بونگیاں مار رہا تھا مہروز......'' فیضان کو اشارہ سمجھ میں آ گیا تھا اس نے داجی کا دھیان بٹانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ان کے کندھوں کو اور زور سے دبانا شروع کر دیا۔
''بونگیاں تو خیر تم سب ہی مارتے ہو، اب میں مہمان بچی کے سامنے کیا کہوں......'' داجی نے عینک آنکھوں پر رکھتے ہوئے کڑے تیوروں کے ساتھ مہروز کا ہراساں چہرہ دیکھا۔ جبکہ مہمان بچی خود بھی پہلو پر پہلو بدل رہی تھی۔
''کچھ نہیں داجی میں تو ویسے ہی شعر پڑھ رہا تھا......'' مہروز نے بوکھلا کر صفائی دینے کی ناکام کوشش کی۔
''دفع کریں داجی مہروز کو۔ اس کی تو اردو شروع سے ہی کمزور ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ اقبال ہمیشہ عشق کو ہی عقل پر کیوں فوقیت دیتے تھے......؟'' فیضان نے اپنی طرف سے مہروز کی جان چھڑانے کی عمدہ کوشش کی لیکن یہ کوشش اسی کے گلے پڑ جائے گی

اس کا اندازہ نہیں تھا۔
''برخوردار......! مہروز کی اردو کمزور ہے پر میری یادداشت نہیں......'' انہوں نے یہ کہتے ہوئے ایک زوردار گھوری ماری۔
''خیر سے تم نے ایف ایس سی کے امتحانوں میں جو ''چن'' چڑھایا تھا اور اردو کے پرچے میں گریس مارکس کا پھندنا لٹکایا تھا مجھے وہ بھی یاد ہے اور اس دن تمہارے باپ نے جو تمہاری چھترول کی تھی تو آئیوڈیکس میں نے ہی تمہارے پنڈے پر لگائی تھی۔'' داجی نے گھر کا ایک انتہائی واہیات راز فاش کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی اپنی چھڑی اس کے گلے میں ڈال کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ جو اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اچھل کر کارپٹ پر تابندہ کے قدموں میں جا گرا۔
تابندہ اس ڈرون حملے پر بوکھلا کر جو کھڑی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں پکڑی میڈیکل کی بھاری بھرکم کتاب فلور کشن پر مزے سے بیٹھے احسن کا سر توڑ گئی۔
''ہائے میں مر گیا......'' احسن نے ایک دل دہلا دینے والی چیخ ماری۔
''اُف آج میں نہیں بچوں گا......لگتا ہے کہ میرے دماغ کی چُولیں ہل گئی ہیں......'' احسن نے سر پر ہاتھ رکھ کر کمال کی اداکاری کی۔ تابندہ کا خفت کے مارے برا حال ہو گیا۔
''برخوردار، آرام اور سکون سے بیٹھ جاؤ، داجی کو زیادہ ''دا'' لگانے کی ضرورت نہیں۔'' داجی نے اپنی تیر مار کہ مونچھوں کو تاؤ دیا۔
''ہاں اپنی اوور ایکٹنگ بھی بند کرو۔ جو چیز تمہارے سر میں موجود ہی نہیں اس کی چولیں ہلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......'' داجی نے شانِ بے نیازی سے کہتے ہوئے اپنی ٹانگیں اور زیادہ پھیلا لیں اور آنکھ کے اشارے سے انہیں دوبارہ دبانے کا اشارہ کیا۔
''داجی آپ کسی ''آئے گئے'' کا ہی خیال کر لیا کریں......'' احسن نے دُہائی دیتے، دیتے انہیں مفت مشورے سے نوازا۔ یہ ''آئے گئے'' کا خطاب خالصتاً تابندہ کے لیے تھا۔ جو وہ پچھلے تین دن سے کثرت سے سن رہی تھی۔
''میں تو خیال کر ہی لوں گا، تم بھی کچھ بوڑھے دادے کا خیال کر لیا کرو۔'' داجی نے احسن کے سر کو سہلاتے ہوئے مہروز اور فیضان کو گھورا۔
''یہ احسن کے دائیں بائیں کھمبے بن کر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں......آ کر ٹانگیں دباؤ میری شرافت سے......'' انہوں نے شاہی انداز میں حکم دیا۔ تینوں نے ہی بے دلی سے دوبارہ اپنی اپنی پوزیشنز سنبھال لیں جبکہ اس سچوئشن میں شرجیل آرام سے کھسک گیا تھا۔
''یہ داجی کو بھی اکبرِاعظم بننے کا شوق چڑھا رہتا ہے۔ سارے شوق ہی آخری مغل بادشاہوں کی طرح کے ہیں......'' مہروز کی بیزاری سے کی گئی بڑبڑاہٹ تابندہ کی سماعتوں تک آرام سے پہنچی جو اس ساری سچوئشن میں انتہائی خفت زدہ انداز میں کھڑی تھی۔ ویسے بھی جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی رنگ برنگے رویے اس کو بوکھلا رہے تھے۔
''بیٹا آرام اور سکون سے بیٹھ جاؤ، اس گھر میں ایسے ڈرامے تو دن رات چلتے ہیں تم ابھی نئی ہوناں، اس لیے گھبرا رہی ہو......'' داجی نے ہونق بنی تابندہ کو کھڑے دیکھ کر شفقت سے لبریز لہجے میں کہا تو وہ بادلِ ناخواستہ صوفے کے کنارے پر ٹک گئی۔
ایک تو اسے جنجوعہ ہاؤس میں آئے ہوئے کم ہی دن ہوئے تھے اور ابھی تک وہ اپنے کزنز کے ناموں اور شکلوں سے بھی اچھی طرح آشنا نہیں ہوئی تھی۔ جنجوعہ ہاؤس میں آ کر اسے پتا چلا کہ اس کے دادا کے چھوٹے بھائی کرامت اللہ خان اس گھر میں اپنے تین بیٹوں اور ان کی اولادوں کے ساتھ مقیم تھے۔
بڑے دادا اپنے جس بھائی کی اولاد کو سارے

جہاں کی ''نکمی اولاد'' کا ٹائٹل دیے ہوئے تھے۔ ان کے بڑے بیٹے ابرار صاحب کا بڑا بیٹا احسن سول انجینئرنگ، اس سے چھوٹا مہروز آرکیٹیکچر اور سب سے چھوٹا رضوان ایم بی اے کے تیسرے سمسٹر میں تھا۔

کرامت اللہ صاحب کے دوسرے بیٹے احمد صاحب کا بڑا بیٹا فراز سول انجینئرنگ کے آخری سال میں تھا۔ اس سے چھوٹی ماہ رخ فارمیسی میں اور اس سے چھوٹی دعا فائن آرٹس میں ماسٹرز کر رہی تھی۔

ان کے تیسرے بیٹے امجد صاحب کا بڑا بیٹا شرجیل الیکٹریکل انجینئرنگ، اس سے چھوٹا فیضان بائیو ٹیکنالوجی میں بی ایس اور سب سے چھوٹی بیٹی انعم بی بی اے کی اسٹوڈنٹ تھی۔

وہ دل ہی دل میں اس لمحے کو کوس رہی تھی جب اس نے بیڈروم سے ٹی وی لاؤنج میں آنے کی غلطی کی اور داجی کے ہتھے چڑھ گئی جو ٹی وی لاؤنج میں کرفیو لگائے ''اقبالیات'' پڑھنے میں مصروف تھے اور ان کی بہویں جن کے پسندیدہ ڈرامے کا وقت نکلا جا رہا تھا، آنے بہانے سے وہاں کے پھیرے لگا رہی تھیں۔

''کیوں برخوردار، جان نہیں ہے ہاتھوں میں، جو مرئے مرے سے انداز میں دبا رہے ہو، ویسے انجینئرز بنے پھرتے ہو......'' انہوں نے کارپٹ پر بیٹھے مہروز اور فیضان کو ٹوکا جب کہ احسن صوفے کے پیچھے کھڑا ان کے کندھے دبا رہا تھا۔

''داجی انجینئرز بن رہے ہیں کوئی یونیورسٹی میں مالشی بننے کی ٹریننگ نہیں لے رہے......'' احسن چونکہ پیچھے کھڑا تھا اس لیے ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کی جرأت کر ہی گیا۔ اس کے دل جلے انداز پر داجی کے چہرے پر بڑی مبہم لیکن تابندہ کے چہرے پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔

''کون، کون سا عقاب گرا ہے......؟'' فیضان نے دنیا جہاں سے بیزار مہروز سے قدرے آہستگی سے پوچھا۔ جو یہ پھلجڑی چھوڑ کر خود داجی کی بمباری کے نیچے آگیا تھا۔

''اوپر والوں کا ''نیلا'' اور نیچے والوں کا ''تیلا''......مہروز کے لہجے میں دنیا جہاں کی رنجیدگی ایک دم ہی ٹپک پڑی۔

''ہش شاوش اے، خیر سے احسن اور فراز پھر اُڑ گئے......'' داجی کے بالکل درست اندازے پر ان تینوں کا ہی رنگ فق ہوا۔

''نہیں............'' احسن نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی فلمی سی چیخ ماری اور صدمے سے کارپٹ پر ڈھیر ہو گیا۔

''ہائے میرے بھائی کو کیا ہو گیا......؟'' مہروز نے بھی جذباتی اداکاری کی انتہا کر دی۔

''اب اپنا، اپنا بیمہ کروا لو، ابرار کا تو ویسے ہی بی پی آج کل بہت ہائی ہے، اس نے بڑی پشاوری چپلیں اکٹھی کر رکھی ہیں۔'' داجی نے پھونک مار کر اپنی عینک کا شیشہ صاف کرتے ہوئے اپنے بڑے بیٹے کا نام لے کر انہیں ڈرایا جو احسن اور مہروز کے والدِ محترم تھے جبکہ تابندہ کو ان کی بات لکھ پلے نہیں پڑی۔

''داجی آپ کو کیسے پتا چلا کہ ہم ''نیلا'' اور ''تیلا'' کسے کہتے ہیں............؟'' شرجیل اپنے کزنز کے فیل ہونے کا غم بھول کر اس فکر میں پڑ گیا۔

''واہ جی واہ ......! یہ کل کے ''باندر'' اپنے بزرگوں کے ساتھ ''باندر کلہ'' کھیلتے ہیں۔ گدھو، جہاں تم سوچنا ختم کرتے ہو ناں، ہم تمہارے باپ دادا وہاں سے سوچنا شروع کرتے ہیں......'' داجی نے کوئی ضرورت سے زیادہ ہی لمبی چھوڑی۔ جو اُن تینوں کو ہی ہضم نہیں ہوئی۔ اس لیے ایک دبی دبی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر ابھری۔

''خیر اب ایسا بھی کوئی ایٹم بم بنانے کا فارمولہ نہیں۔ سارے جہاں کو پتا ہے کہ احسن کو ہر وقت نیلے رنگ کی پینٹ شرٹیں پہننے پر ہم ''میں نیل کرائیاں نیلکاں، میرا تن من نیلو نیل'' کہہ کر

چھیڑتے ہیں اور فراز کے قحط زدہ جسم کی وجہ سے اسے ''تیلا پہلوان'' کہتے ہیں......'' ایک اور خاندانی راز تابندہ کے سامنے افشا ہوا۔

''تم لوگ جو مرضی خود کو نیلا، پیلا یا تیلا کہو لیکن یہ سوچو کہ رات کو اپنے ظالم باپ ابرار کرامت اللہ سے کیسے بچنا ہے۔ جب سے اس کے دوسی این جی پمپ بند اور گورنمنٹ سے مذاکرات ناکام ہوئے ہیں وہ تو اپنے باپ کو یعنی مجھے بھی پہچاننے سے انکاری ہے......'' داجی نے ایک اور بم عین ان کے سروں پر پھوڑ کر آرام سے آنکھیں بند کر کے ٹانگیں پھیلا لی تھیں۔

''اوئے، تم دونوں تو پاس ہو گئے ہو ناں، چلو اس خوشی میں پھر ٹانگیں دباؤ......'' داجی کے اس حکم پر مہروز اور فیضان دونوں نے ہی ناگواری سے پہلو بدلا۔

''داجی ہم اپنے بھائیوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ اس غم کی وجہ سے ہم آج کوئی کام نہیں کریں گے......'' مہروز نے آج بہادری کے سارے ہی ریکارڈ توڑ دیے۔

''اچھا، چلو میں ابھی ابرار کو فون کر کے تمہارے فیل ہونے کی خوشخبری بھی سنا دوں اور یہ بھی کہہ دوں کہ رات کو آتے ہوئے باڑے سے دودھ اور بیکری سے تازہ ڈبل روٹی بھی لیتا آئے کیونکہ چاروں صاحبزادے فیل ہونے کی خوشی میں گھر میں ہی دھرنا دیے بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں کر رہے......'' ان کی بات پر مہروز کے منہ سے بے ساختہ چھت پھاڑ قہقہہ برآمد ہوا۔

''کوئی فائدہ نہیں داجی، رات گلابی سُنڈی نے آپ کے فون سے پھر امریکا میں نیلسن منڈیلا کی بھانجی کو کال ملا لی تھی اور حسبِ سابق خیر سے ٹوں، ٹوں کی آواز سے ہی کال بند ہوئی تھی، آپ اس وقت فل والیوم میں خراٹے لینے میں مصروف تھے۔'' مہروز نے انہیں اطلاع دی۔

گلابی سنڈی کا لقب انہوں نے اپنی پھوپھو زاد عروج کو دیا ہوا تھا۔ جس کی انٹرنیٹ پر ایک سیاہ فام لڑکی سے ہونے والی دوستی سے سارا خاندان بیزار تھا۔ اب بات انٹرنیٹ سے فون پر آ گئی تھی تب سے ہر کوئی اس کی آمد پر اپنا سیل فون چھپائے پھرتا تھا۔

''کوئی مسئلہ ہی نہیں......بیٹا کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا......؟'' داجی نے میڈیکل کی کتاب میں زبردستی سر دیے سامنے بیٹھی تابندہ کو مخاطب کیا۔ جس کا سیل فون اس کے پاس ہی پڑا تھا اور وہ اس ساری گفتگو کو سخت حیرت سے سن رہی تھی داجی کے ساتھ پوتوں کی بے تکلفی اس کے لیے انتہائی حیران کن تھی۔

''میرے ذہن سے تمہارا نام نکل گیا......'' داجی نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے یاد کرنے کی کوشش کی۔

''جی......تابندہ......'' اس نے ان تین دنوں میں کوئی چھٹی دفعہ ان کو اپنا نام بتایا تھا۔

''ٹینشن نہ لیں، ان کو بھی ''ببلے'' کی ''مومو'' کی طرح نام بھولنے کی بیماری ابھی ابھی لگی ہے......'' مہروز نے سنجیدگی سے اسے تسلی دی۔

''یہ ذرا بیٹا اپنے موبائل سے ابرار کا نمبر تو ملانا، یہ گدھے تو اپنا باجا دیں گے نہیں، ان سب کی ابھی طبیعتیں فریش کرواتا ہوں۔ تھوڑی سی ٹیوننگ سے یہ کافی عرصہ صحیح چلتے ہیں۔'' داجی کی اس قدر صاف گوئی پر تابندہ ہکا بکا جبکہ بے مروتی کے اس عظیم مظاہرے پر وہ تینوں گرتے، گرتے بچے۔

''کیا ہے داجی، اب کیا آپ مہمانوں کا خرچا کروائیں گے......'' مہروز نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

''دفع کریں، مٹی ڈالیں، ہم اگر تھوڑے سے جذباتی ہو ہی گئے تو آپ نے بھی آخیر ہی مچا دی' دودھ ہی لانا ہے ناں باڑے سے، میرا احسن بھائی اگر غم زدہ ہے تو میں تو زندہ ہوں ناں......'' فیضان بالکل شاہ رخ خان اسٹائل میں جذباتی ہوا۔

''اور بیکری سے ڈبل روٹی اور انڈے لانے ہیں ناں، میں لے آؤں گا۔ اب اتنی سی بات کے پیچھے

رُلائیں گے کیا......؟'' مہروز بھی سینہ تان کر بالکل نانا پاٹیکر اسٹائل میں میدان میں اتر آیا تھا۔ ان کی ایکٹنگ دیکھ کر تابندہ کا دل چاہا کہ کاش کوئی آسکر ایوارڈ اس کے پاس ہوتا تو وہ ان دونوں کو ہی دے دیتی۔

''فکر نہ کرو، تم دونوں نے بھی کون سا آسمان کو ''ٹاکی'' لگائی ہے، تمہارا ابھی رزلٹ آنے والا ہے۔ پھر تمہارے حصے کا کام وہ دونوں نالائق کرلیں گے، آخر ایسے ہی تو ''امدادِ باہمی'' کے اصولوں پر تمہارا کام چل رہا ہے......'' داجی نے شاید نہیں یقیناً طنزیات میں پی ایچ ڈی کررکھی تھی۔ وہ دونوں پہلو بدلنے کے علاوہ کچھ نہیں کر پائے۔

''اس کھوتے دے پتر کو بھی میرے صوفے کے پیچھے سے ہٹاؤ جو بال پوائنٹ سے اللہ جانے میری پشت پر کون سی داستانِ غم لکھ رہا ہے......'' داجی کو صوفے کے پیچھے بیٹھے احسن کا خیال آیا۔ جو کافی دیر سے صوفے کے پیچھے سے برآمد نہیں ہوا تھا۔

''داجی کیوں مہمانوں کے سامنے میرے ابا کو ''کھوتا'' کہہ رہے ہیں، کوئی صحیح کا نام لیں۔'' مہروز نے اپنے اندر اٹھتی اشتعال کی لہر بہ مشکل دبا کر انہیں سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔

''ہاں تو تم لوگوں نے میرے بیٹے کو کھوتا ہی تو بنایا ہے، دو دو سی این جی پمپ اور ایک فیکٹری چلا کر دن رات محنت کر کے تم مسٹنڈوں کو پڑھا رہا ہے اور تم لوگ ''سپلی'' کا تمغہ گلے میں لٹکا کر بے شرموں کی طرح گھر آجاتے ہو......'' داجی بالکل ہی آؤٹ آف کنٹرول ہوئے اور تابندہ کے سامنے اس عزت افزائی پر وہ خجل ہوئے۔

''جانے دیں داجی، سی این جی پمپوں کی پچھلے پندرہ دن سے ہڑتال ہے اور جہاں تک سپلی کی بات ہے تو وہ انسانوں کی ہی آتی ہے، جانور تو امتحان دینے سے رہے۔ باقی رہی بے شرموں کی طرح گھر آنے کی بات تو ظاہر ہے اپنے ہی گھر آتے ہیں۔ کہیں اور تو نہیں جاتے ناں......'' مہروز کے دلائل پر فیضان ایک دم ہی متاثر ہوا۔ ایک لمحے کو تو داجی کو بھی اس قدر مختصر مگر مؤثر جواب پر حیرت کا جھٹکا لگا۔

''داجی کسی ''آئے گئے'' کا ہی خیال کرلیا کریں، مہمان کیا سوچتے ہوں گے......'' فیضان نے ان کے کندھے دبا کر ہائی بلڈ پریشر کو کم کرنے کی ادنیٰ سی کوشش کی۔

''پتر ''یہ آئے گئے'' والے ''لامے'' (طعنے) تم کسی اور کو جا کر دینا۔ یہ بچی تم لوگوں کی طرح نالائق پاٹڈی نہیں، ماشاء اللہ ہاؤس جاب کرنے آئی ہے، تمہاری طرح انجینئرنگ کے آخری سال میں نہیں لٹکی ہوئی......'' انہوں نے غصے میں فیضان کا ہاتھ جھٹکا۔

''ظاہر ہے وہ انجینئرنگ کے آخری سال میں کیسے لٹکیں گی جبکہ وہ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہیں۔ داجی آپ کو بھی سادہ سی بات سمجھ میں نہیں آتی۔'' احسن خود ہی صوفے کے پیچھے سے اٹھ کر آگیا تھا اور خونخوار نظروں سے مہروز اور فیضان کو دیکھ رہا تھا جو پرائی لڑکی کے سامنے داجی سے ''آڈا'' لگائے بیٹھے تھے اور جبکہ یہ بھی پتا تھا کہ وہ اپنے زمانے کے کامیاب وکیل رہے ہیں اور آدھا خاندان ان کی زبان درازی کی وجہ سے انہیں ''گالہڑ'' (باتونی) کہتا ہے۔

''بیٹا میری ساری باتوں کو چھوڑو اور بس اپنے پنڈے (کمر) کی زیتون کے تیل سے مالش کروا لو، تمہارے باپ نے یاد نہیں آخری دفعہ کیا دھمکی دی تھی کہ اب ''سپلی'' آئی تو پشاور کی ساری چپلیں لاہور میں منگوا کر چھترول کروں گا......'' داجی نے انہیں ابرار صاحب کا شرانگیز بیان یاد کروایا جو انہوں نے پورے خاندان کے سامنے چھ ماہ پہلے جاری کیا تھا۔

''آپ تو فوراً ہی ''شریکوں'' کی طرح طعنوں پر اتر آتے ہیں۔'' مہروز نے کسی ناراض بیوی کی

طرح کہا۔

''میں نے تو ایسے، ایسے عظیم دادے دیکھے ہیں جو ایسے موقعوں پر اپنے پوتوں کی ڈھال بن جاتے ہیں۔ بس ہماری ہی قسمت خراب ہے......'' احسن نے بالکل شمیم آرا کی طرح آہ بھری۔

''خیر سے کسی ایک دادے کا نام بتادو، جو اپنے کسی نالائق، نانہجار پوتے کے لیے دیوارِ چین بن کر کھڑا ہوگیا ہو......'' داجی نے ناک پر انگلی رکھ کر چیلنج کیا، تابندہ سخت حیرت سے اس پانی پت کی لڑائی کو دیکھ رہی تھی۔

ان کے گھر میں تو کوئی بڑے ابا کے سامنے بولنے کی جرأت تک نہیں کرتا تھا۔ جبکہ یہاں دادا اور پوتوں میں کمال کی بے تکلفی تھی حالانکہ داجی تابندہ کے دادا کے سگے چھوٹے بھائی تھے لیکن عادتوں میں ان سے بالکل مختلف۔

''ہاں بتاؤ ناں، میں بھی تو دیکھوں، کون سا ایسا عقل کا اندھا دادا ہے......'' داجی نے بازو لہرا کر انہیں للکارا۔

''وہ پھپھو کے پڑوس میں رہنے والے عامر کا دادا، جن کی بیگم سفید غرارہ پہن کر چٹکنی چمبیلی بنی اپنے میاں کے ساتھ ہر وقت ٹیرس پر ہوتی ہیں۔'' مہروز کو بروقت ہی سامنے والے گھر کی مثال مل گئی تھی۔

''وہ......'' داجی اچھلے......''مجھے ایسا بے غیرت دادا نہیں بننا، جو صبح، صبح واک کے بہانے پارک میں اپنے پوتے کے ساتھ لڑکیاں تاڑنے جاتا ہے۔ کل ٹیرس میں بیٹھا انارکلی ڈسکو چلی گا رہا تھا۔'' داجی کے انداز میں بچوں کی سی بے ساختگی تھی۔

''زندہ دل ہے زندہ دل، صحیح لہوری دادا ہے عامر کا، آپ کی طرح نہیں جو اوپر نیچے کرفیو لگائے رکھتے ہیں......'' احسن بھی اپنا غم بھول کے میدان میں اتر آیا۔

''بیٹا ذرا ملانا ابرار کا نمبر...... بھلا کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا......؟'' داجی نے پیشانی پر ہاتھ مار کر تابندہ سے کہا جو اس پچویشن پر ہکا بکا تھی۔

''لو ہماری بے عزتی کے سارے واقعات سیاق وسباق کے ساتھ یاد ہیں جبکہ ان کا نام ایک گھنٹے میں کوئی چوتھی دفعہ بھول رہے ہیں۔'' فیضان کے جل کر بولنے پر داجی بے ساختہ ہنس پڑے تھے انہیں ہنستا دیکھ کر وہ چاروں چوڑے ہوئے۔

''پلیز داجی، اس دفعہ بچالیں، اگلی دفعہ پوری تیاری کروں گا، تیاری تو پوری کی تھی لیکن کم بخت شرجیل کا بچہ میرے بوٹ پہن گیا۔'' احسن کی بات پر داجی کے ساتھ تابندہ کو بھی جھٹکا لگا۔

''یہ شرجیل کے بوٹوں کا تمہاری سپلی سے کیا تعلق ہے......؟'' داجی نے کسی تھانیدار کی طرح احسن کو گھورا۔

''داجی ساری رات بیٹھ کر بوٹیاں مائیکرو کاپی پر بنا کر بوٹوں میں چھپائی تھیں۔ اس منحوس کی جلدیاں مجھے مروا گئیں۔'' احسن کی گفتگو پر تابندہ کو کرنٹ لگا جبکہ وہ اس قدر جذباتی ہوا تھا کہ جذبات کے شوریدہ بہاؤ میں باقی راز اگلتا جارہا تھا۔

''اوپر سے اس گھٹیا سپرنٹنڈنٹ نے میری کرسی بدل دی۔ سارے فارمولے اسی پر لکھے ہوئے تھے۔ ایک سوال فراز نے کروانا تھا مگر وہ خبیث مکر گیا۔ اچھا ہوا کہ خود بھی فیل ہوا۔ گھٹیا لوگوں کو اپنے گھٹیا پن کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے مگر وہ شعور نہیں رکھتے......'' تابندہ منہ کھولے ساری داستانِ امیر حمزہ سن رہی تھی لیکن داجی شاید ایسی وارداتوں سے بخوبی واقف تھے اس لیے آنکھیں بند کیے سکون سے بیٹھے تھے۔

وہ داجی سے زبردستی لپٹا انہیں جذباتی کررہا تھا۔ فیضان اور مہروز داجی کی ٹانگیں دبوچے بیٹھے تھے جبکہ احسن ان کی گود میں گھسا جارہا تھا۔ تابندہ ان کے اس

طرح گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے پر ہکا بکا تھی۔

''یہ کیا ٹوپی ڈراما ہو رہا ہے؟ عقل ہے تم لوگوں کو، گھر میں کسی ''آئے گئے'' کی ہی تمیز کر لیا کرو......'' ابرار صاحب بریف کیس اٹھائے ابھی ابھی ٹی وی لاؤنج میں آئے تھے۔ اندر کا منظر دیکھ کر ان کا دماغ بھک کر کے اڑ گیا۔ ابھی تو تابندہ کا لحاظ کر کے انہوں نے الفاظ کم اور لہجہ زیادہ سنگین اختیار کیا تھا۔ اپنے لیے ''آئے گئے'' کا لفظ ایک دفعہ پھر تابندہ نے بہ مشکل ہضم کیا تھا۔ جب سے وہ آئی تھی اس کے لیے ''آئے گئے'' کی اصطلاح استعمال کی جا رہی تھی۔

''لاڈ کر رہے ہیں بوڑھے دادے کے ساتھ اور دادے سے لاڈ کرنا کیا ٹوپی ڈراما ہے......؟'' داجی نے عینک اتار کر اپنے بڑے بیٹے کا لال سرخ چہرہ دیکھا۔ جنہوں نے شاید تابندہ کا خیال کر کے اپنے ابا جی کے ساتھ پنگا لینے سے گریز کیا تھا۔

''چلو بھئی نوجوانو...... جا کر اپنے کمرے میں پڑھو، پہلے ہی گلی کے نکڑ والے درانی صاحب بتا رہے تھے کہ اس دفعہ یونیورسٹی والوں کی بے پروائی سے کچھ انجینئرنگ کے پرچے گم ہو گئے ہیں اور وہ اپنے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے معصوم بچوں کو دھڑا دھڑ فیل کیے جا رہے ہیں تم لوگ اپنی خیر مناؤ......'' داجی کے منہ سے اتنی عقل مندانہ برمحل بات سن کر ان تینوں کے ساتھ ساتھ تابندہ کو بھی سکتہ ہو گیا جبکہ وہ سب ابرار صاحب کے ڈر سے کسی کلاشنکوف کی گولی کی طرح اڑتے ہوئے کمرے سے نکلے تھے۔

''اور بیٹا دل لگ گیا آپ کا......؟ مجھے تو جب تمہارے باپ نے تمہاری ہاؤس جاب کا بتایا تو میں نے کہا کہ بھئی میں تمہارا چچازاد بھائی سہی لیکن تمہاری بیٹی کے لیے ہمارے گھر کے دروازے کھلے ہیں......'' اب ابرار صاحب انتہائی محبت بھرے لہجے میں تابندہ سے مخاطب تھے اور تائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے داجی کے ساتھ بیٹھ گئے تھے جو کوئی ترکی ڈراما ذوق شوق سے دیکھنے میں مگن ہو گئے تھے لیکن کان انہی کی گفتگو کی طرف تھے۔

''جی انکل، جب لاہور میں ہاؤس جاب کا پتا چلا تو بابا بہت اپ سیٹ ہو گئے تھے کہ میں اتنی دور اکیلے کیسے رہوں گی۔'' تابندہ نے سنجیدگی سے مزید بتایا۔ ''انہی دنوں چھوٹے دادا ہماری طرف آئے ہوئے تھے انہوں نے تو فوراً ہی کہہ دیا کہ میرے گھر کے علاوہ کہیں نہیں رہنا، تب بابا کے ساتھ ساتھ بڑے ابا بھی خاصے مطمئن ہو گئے تھے ......'' تابندہ کا سلجھا ہوا انداز ابرار صاحب کو بہت اچھا لگا۔ ان کی اپنی کوئی بیٹی نہیں تھی، صرف تین بیٹے ہی تھے۔ اس لیے اس کمی کا احساس انہیں کافی رہتا تھا۔

''بھئی تابندہ، تمہارا دادا ہے تو میرا بڑا بھائی لیکن یقین مانو کہ اس سے زیادہ کھڑوس اور پڑھائی کا شیدائی بندہ میں نے نہیں دیکھا، فجر کی اذانوں کے ساتھ ہی بچوں کو اٹھا کر پڑھنے بٹھا دیتا تھا۔'' داجی نے ٹی وی کی اسکرین سے بہ مشکل نظریں ہٹاتے ہوئے ایک پرانی یاد تازہ کی۔

''ہاں تو اسی سختی کا فائدہ ہوا ناں جو اس کا باپ اتنی اچھی جاب کر کے لاکھوں میں تنخواہ لے رہا ہے اور اس کا چچا مظہر سی ایس ایس کر کے فارن سروس میں ہے۔ ہماری طرح تو نہیں آپ نے لاڈوں میں لگائے رکھا اور پھر بزنس میں دھکیل دیا۔ ہر وقت اسٹاک ایکسچینج کے اتار چڑھاؤ پر نظریں ٹکائے بیٹھے رہتے ہیں......'' ابرار صاحب کو اعلیٰ تعلیم نہ حاصل کرنے کا سخت دکھ تھا اس لیے اب اپنے تینوں بیٹوں احسن، مہروز اور رضوان پر خوب سختی کرتے تھے۔

''ظاہر ہے جب تمہاری پہلے ایف اے میں پھر بی اے میں تیسری دفعہ سپلی آئی تو میں نے کاروبار ہی کروانا تھا۔ اب کہیں کمشنر لگ کر تو بٹھانے سے رہا......'' داجی نے اپنے بیٹے کی فوراً ہی طبیعت درست کی جو اس

قدر صاف گوئی پر پہلو بدل کر رہ گئے۔

''اور وہ تم سے چھوٹا احمد یار، اس کو تو جب بھی کان سے پکڑ کر تابندہ کا دادا کالج چھوڑ کے آتا تھا تو وہ واپسی پر وحید مراد کی فلم دیکھ کر خیر سے ناز سینما ہی سے برآمد ہوتا تھا......'' داجی کو ابرار صاحب سے چھوٹے بیٹے کا کارنامہ بھی فوراً ہی یاد آیا۔ تابندہ نے ابرار صاحب کے چہرے کے بگڑے ہوئے زاویے دیکھے تو خجل سی ہو گئی۔

''اور وہ سب سے چھوٹا اسجد تو پورا ہی نواب تھا......'' داجی نے شاہانہ انداز سے کہا، ویسے بھی جب وہ شروع ہو جاتے تھے تو ان کی زبان کے آگے کوئی اسپیڈ بریکر نہیں آتا تھا، یہ ان کے پتا نہیں کون سے والے پوتے کی رائے تھی۔ تابندہ کو ابھی ان کی شکلوں کے ساتھ نام یاد نہیں ہوئے تھے۔

''ہاں تو خیر سے میرے سب سے چھوٹے صاحبزادے نے کرکٹر بننے کے جنون میں کئی دفعہ سر پھڑوایا، فیل ہوا، مجھ سے جوتے کھائے، آخر میں کچھ اور نہ ہوا تو سیالکوٹ میں گیند بلّے بنانے کی فیکٹری لگا لی۔ اب ان سب سے زیادہ کما رہا ہے......'' داجی آج فل موڈ میں تھے۔

ابرار صاحب کچھ دیر اور وہیں بیٹھے رہتے تو نقصِ امن کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے تھکن کا بہانہ کر کے وہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

''دیکھا کیسے بھگایا میں نے......'' ان کے کمرے سے نکلتے ہی داجی کی شرارتی آواز پر تابندہ نے خوشگوار حیرت سے انہیں دیکھا۔

''خواہ مخواہ جنجوعہ ہاؤس کے بچوں کی جان ہلکان کیے رکھتا ہے۔ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا ہے ہر طرف ایمرجنسی لگ جاتی ہے......'' انہوں نے منہ بناتے ہوئے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کا چینل تبدیل کیا اور اس کے ساتھ ہی ان کے مزاج کی گنگا الٹی سائڈ کو بہنے لگی۔

''ویسے ایک لحاظ سے تو سختی کر کے اچھا ہی کرتا ہے......'' ان کے فوراً ہی بیان بدلنے پر تابندہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''ورنہ میرے ان تین بیٹوں کی اولادیں تو ہمیں ہی منڈی میں بیچ آئیں، ایسے گدھے ہیں کہ سارا دن ڈرامے کرتے ہیں اور پڑھائی پر دھیان نہیں۔'' تابندہ نے اب داجی کا دوسرا چینل حیرانی سے دیکھا۔ وہ بیان بدلنے میں سیاستدانوں کو بھی مات دے رہے تھے۔

''میرا خیال ہے داجی، میں چلتی ہوں، مجھے کچھ پڑھنا تھا......'' وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی، دماغ کی چولیں ہل سی گئی تھیں۔

''ہاں، ہاں بیٹا ضرور، ماشاء اللہ ذہین اور فرمانبردار ہو، اللہ قسمت اچھی کرے، اس گھر میں کوئی مسئلہ تو نہیں......؟'' انہیں اچانک ہی یاد آیا کہ دو گھنٹے پہلے انہوں نے تابندہ کو کس مقصد کے لیے روکا تھا۔ وہ ان کے اتنی ''جلدی'' یاد آنے پر زبردستی مسکرا کر نفی میں سر ہلانے لگی۔

''ہوں...... اچھی بات ہے، اس گھر کی تینوں بچیاں بھی ایک دو دن میں سرگودھا سے واپس آ جائیں گی پھر تمہیں بوریت کا احساس نہیں ہوگا۔'' ان کا اپنائیت بھرا انداز تابندہ کو اچھا لگا تھا۔

''ہاں بھئی اپنے بوڑھے دادا کے پاس چکر لگا جایا کرو، تمہارے دادا کا چھوٹا بھائی ہوں اب اتنا بھی نالائق نہیں جتنا اس نے میرے بارے میں پروپیگنڈا کر رکھا ہوگا گھر میں۔'' ان کی بات پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

''مجھے اقبال کی ''اسرارِ خودی'' بہت پسند ہے، کسی دن وقت نکال کر آنا، تمہیں بیٹھ کر فارسی سکھاؤں گا۔'' ان کی پیشکش پر تابندہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے سامنے سیڑھیاں اترتے احسن کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر

بڑی شریری مسکراہٹ تھی۔

"جی، جی......ضرور سیکھیے گا، داجی کو بہت آتی ہے کیونکہ بی۔اے میں ان کی اسی مضمون میں تین دفعہ سپلی آئی تھی۔ اس لیے خوب پڑھ رکھا ہے انہوں نے۔" احسن کی بات پر داجی نے کڑی نگاہوں سے اپنے سب سے بڑے پوتے کو دیکھا جبکہ تابندہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً ہی وہاں سے کھسک گئی۔

☆☆☆

ایم بی بی ایس کے بعد ہاؤس جاب کے لیے اتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اس کا اندازہ تابندہ کو ڈاکٹر بننے سے پہلے نہیں تھا۔ اسلام آباد کے کسی اسپتال میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے بعد بھی کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہ ملی تو اسے مجبوراً لاہور کا رخ کرنا پڑا۔ ہاسٹل میں رہنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ بڑے ابا نے اپنے چھوٹے بھائی کی دعوت پر حکم جاری کیا کہ ان کے چھوٹے بھائی کرامت اللہ کے ہاں بوریا بستر اسمیٹ کر جاؤ اور ساتھ میں وارننگ بھی دی۔

"وہ خود تو ایک نمبر کا نکما وکیل تھا اوپر سے اس کے تینوں بیٹے بھی پڑھائی میں باپ پر ہی چلے گئے تھے۔ البتہ آگے ان کی اولادوں کا کچھ پتا نہیں کہ نہلے پر دہلے ہیں یا کوئی ایک آدھ کام کا پیس نکل آیا ہے۔ اس لیے وہاں جا کر ان کے رنگ میں رنگنے کے بجائے پوری محنت اور توجہ سے ہاؤس جاب کرنا......" بڑے ابا (دادا) کی اس بات پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"لیں ابا جی اتنا ہی آپ کو ڈر ہے تو پھر ہاسٹل میں رہنے دیں تابی کو......ضرور کسی کو تنگ کرنا ہے......" ماما نے محتاط انداز سے اپنے سسر کو مشورہ دیا جو انہوں نے فوراً ہی رد کر دیا۔

"لو ڈر کس بات کا ہے......" انہوں نے بالکل چنگیزی خان اسٹائل میں اپنی بہو کو دیکھا۔

"وہ گدھا اور اس کی نکمی اولاد آخر کس دن کام آئے گی۔ خود ہر چھ ماہ بعد اپنا بکسا اٹھا کر ہمارے گھر آجاتا ہے۔ اب کیا ہمارا اتنا بھی حق نہیں۔" ان کے درشت لہجے پر ماما کے ساتھ، ساتھ تابندہ کا بھی رنگ اڑا۔ ویسے بھی بڑے ابا کے غصے سے سبھی کی جان جاتی تھی۔

بڑے ابا اسے جنجوعہ ہاؤس کے دو کنال کے گھر میں بھانت، بھانت کے لوگوں کے چنگل میں چھوڑ کر جو داجی کے کمرے میں گھسے تو پھر رات کو ائرپورٹ جانے کے لیے ہی باہر نکلے۔ جاتے، جاتے ہزار روپے داجی کے ہاتھ میں تھمائے کہ اپنی آل اولاد میں بانٹ دینا وہ تو تابندہ کو اگلے دن ہی پتا چلا کہ سب کے حصے میں صرف سو، سو روپیہ ہی آیا تھا تب سے داجی اپنے بڑے بھائی کو سرِعام "کھڑوس" کہنے سے بالکل بھی نہیں کترا رہے تھے۔

"دیکھو ذرا اس کھڑوس کا حال، بیٹے لاکھوں کما رہے ہیں لیکن کنجوس اتنا ہے کہ اپنا بخار تک کسی کو نہ دے۔" داجی نے چاولوں کی پلیٹ میں رائتے کی ندی بہاتے ہوئے ایک دفعہ پھر جل کر کہا۔

"داجی......! دھیان کریں، کسی آئے گئے کا ہی خیال کر لیں۔" مہروز نے کھانے کی میز پر کہنی مار کر ان کو تابندہ کی موجودگی کا اشارہ کیا تو وہ پھٹ پڑے۔

"وہ اس لڑکی کا دادا بعد میں میرا بڑا بھائی پہلے ہے۔ میں اس کو کھڑوس کہوں یا ہٹلر، کسی کو کیا تکلیف ہے؟ زیادہ شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار بننے کی کوشش نہ کرو۔" انہوں نے مہروز کو سب کے سامنے ہی جھاڑ پلائی تو اس کا منہ سرخ ہو گیا۔

"خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے، ابھی تک عید پر سب کو سو، سو روپیہ عیدی، سو، سو باتیں سنا کر دیتے ہیں، وہ بھول گئے۔" فراز نے کھانے کی میز پر تایا اور چچا کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر بے دھڑک انداز میں کہا تو تابندہ کا دل دھک کر کے رہ گیا۔ اسے لگا کہ ابھی جنگِ عظیم سوم شروع ہو جائے گی۔

"میری مرضی......" داجی نے چاولوں کی

پلیٹ میں اب بھنڈیوں کا سالن ڈالتے ہوئے شانِ بے نیازی سے کہا۔

"صدقے جاؤں آپ کی مرضی کے......" مہروز نے بھی غصے سے اکٹھے تین کباب اپنی پلیٹ میں ڈالے اور گھر کی خواتین کے حواس باختہ چہروں پر نظر ڈالی جو تابندہ کے سامنے اس ڈرامے پر سخت خفت کا شکار لگ رہی تھیں۔

"آپ تینوں کیوں انڈر ٹیکر کی طرح مجھے گھور، گھور کر دیکھ رہی ہیں......" مہروز سخت جھنجلایا۔ "ہم سے نہیں تمیز میں رہنے کا ڈراما کیا جاتا، ویسے بھی داجی اپنی مہمان کے سامنے سارے خاندانی قابلِ اعتراض واقعات دُہرا چکے ہیں۔" مہروز کی صاف گوئی پر تابندہ کے گلے میں پھندا سا لگ گیا۔ اندر سے اچھل، اچھل کر باہر آنے والی ہنسی کو روکنے کی کوشش میں اس کا منہ سرخ ہو گیا۔ اس نے فوراً پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا۔ جبکہ احسن دلچسپی سے اس کا لال ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے تابندہ نے بھی آنکھ اٹھا کر دیکھا اور اسے ذوق شوق سے دیکھتے ہوئے گڑبڑا سی گئی، اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ ان چھ لڑکوں میں سے ہر وقت نیلے رنگ کی شرٹ میں ملبوس لڑکے کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی جگنوؤں کی بارات اتر آتی تھی۔

☆☆☆

جنجوعہ ہاؤس کے اوپر والے پورشن میں ابرار صاحب اور امجد صاحب اپنی آل اولادوں کے ساتھ جبکہ نیچے والے پورشن میں احمد صاحب مقیم تھے۔ ناشتا اور رات کا کھانا اوپر البتہ لنچ نیچے والوں کی ذمے داری تھا اس لیے اوپر نیچے کی دوڑیں سارا دن لگی رہتیں۔ جنجوعہ ہاؤس کے بالکل سامنے والے گھر میں کرامت اللہ صاحب کی بیوہ بیٹی اپنی چار بیٹیوں اور ایک بیٹے کے ساتھ رہ رہی تھیں۔ ان کی سب سے بڑی بیٹی کا نام عروج تھا۔

ان کے گھر کو اندرونِ خانہ "ہیڈ کوارٹر" کا نام دیا گیا کیونکہ دادو اپنی بڑی بیٹی کے ہمراہ رہتی تھیں اور درمیانی سڑک کے فاصلے کو خاطر میں لائے بغیر "جنجوعہ ہاؤس" کے مکینوں پر پورا چیک اینڈ بیلنس رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے یہاں کے مکین ان سے بڑا چڑتے تھے، کچھ دادو کو اپنے بیٹوں کے مقابلے میں اکلوتی بیٹی سے زیادہ محبت تھی۔ اس لیے اکثر وہ اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کی ناجائز طرفداری کر جاتی تھیں۔

وہ اپنی نائٹ کال بھگتا کر تھکی ہاری گھر آئی تو ٹی وی ہال میں شکیلہ چچی ڈھیروں پالک ٹرے میں ڈالے صاف کرنے میں مصروف تھیں۔ ان کے ساتھ مسز احمد پھلیوں کے طوفان کے ساتھ نبرد آزما تھیں۔ وہ ان کے ساتھ سلام دعا کرنے کی غرض سے بیٹھی ہی تھی کہ دھڑام سے دروازہ کھول کر فراز اندر داخل ہوا۔ یہ کرامت صاحب کے دوسرے نمبر والے بیٹے کا اکلوتا بیٹا تھا اور اپنے تایازاد احسن کا کلاس فیلو بھی، دونوں کی اکٹھے ہی انجینئرنگ میں سپلی آئی تھی، آج کل اسی مشترکہ غم کی وجہ سے دونوں اکثر ہی اکٹھے ہی نظر آ رہے تھے۔

"امی اس گلابی سنڈی کو اپنی زبان میں سمجھا لیں ورنہ میں ہیڈ کوارٹر جا کر کھری، کھری سنا آؤں گا پھر نہ کہیے گا کہ بتایا نہیں......" فراز اس کی موجودگی کا خیال کیے بغیر شروع ہو گیا۔

"اب کیا آفت آ گئی؟ کیوں نیلے پیلے ہو رہے ہو؟" زبیدہ بیگم نے بلیو جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے اپنے صاحبزادے کو دیکھا جس کا مزاج خاصا برہم تھا۔

"یار میرا تو خیال ہے کہ اس گلابی سنڈی پر اب ایک آدھ اسپرے کرنا ضروری ہو گیا ہے......" احسن بھی گاڑی کی چابی گھماتا ہوا اس کے پیچھے آیا۔

"شرم کرو، تمہاری پھوپی زاد بہن ہے اور سوچ

سمجھ کر بولا کرو......‘‘اس کی والدہ نے تنبیہی نظروں سے گھور کر اسے تابندہ کی موجودگی کا اشارہ کیا۔

’’کوئی بہن وہن نہیں ہے میری ......‘‘فراز نے ناک سے مکھی اڑائی۔ ’’ہر روز اپنی سارے جہاں کی شوخی، پینڈو اور بے سوادی سہیلیوں کو لے کر میرے ڈیپارٹمنٹ پہنچ جاتی ہے، جن میں سے ایک بھی کام کی نہیں......‘‘ دبلے پتلے سے فراز نے ہاتھ میں پکڑا کشن کھینچ کر دوسرے صوفے پر پھینکا تو مسز ابرار یعنی شکیلہ بیگم نے تاسف بھری نظروں سے اپنے دیور کے بیٹے کو دیکھا اور کھانے کی ٹرے تابندہ کے سامنے رکھی۔

’’ہزار دفعہ سمجھایا ہے کہ کسی کے الٹے سیدھے نام نہیں رکھتے......‘‘ زبیدہ بیگم نے ناراضی سے اپنے بیٹے کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا۔

’’تو اس کو کس نے کہا ہے کہ ہر روز گلابی سوٹ، گلابی جوتا، گلابی بیگ اور گلابی میک اپ تھوپ کر کیمپس پہنچ جائے۔ پچھلے ہفتے میں محترمہ کے نوٹس فوٹو کاپی کر کے پہنچانے گیا اور اس کی کلاس فیلو سے پوچھا تو ساتھ کھڑی دوسری لڑکی تمسخرانہ انداز سے بولی یار’’گلابو‘‘ کا پوچھ رہا ہے۔ اندازہ کریں......‘‘

’’فکر نہ کرو یار، ہیڈ کوارٹر میں دادو کو بتا کر آیا ہوں اس کا کارنامہ......‘‘احسن نے تابندہ کے آگے رکھی سلاد کی پلیٹ سے کھیرا اٹھاتے ہوئے اطلاع دی۔ اس کی بات پر دونوں خواتین کا رنگ اڑا جبکہ تابندہ اس کی بے تکلفی پر حیران رہ گئی۔ وہ اب مزے سے تابندہ کی پلیٹ میں رکھے سالن کے ساتھ روٹی لے کر شروع ہو چکا تھا۔

’’پتا نہیں عقل کب آئے گی ان لڑکوں کو، کیا کہہ کر آئے ہو اپنی دادی کو......؟‘‘ شکیلہ بیگم نے اپنے بیٹے کو کڑی نظروں سے گھورا۔

’’بتا کر آیا ہوں دادو کو ان کی نواسی صاحبہ کا کارنامہ......‘‘ احسن نے فراز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ ’’دادو صاحبہ فرما رہی تھیں، بچی ’’مخول‘‘ کر رہی ہوگی تم لوگ دل پر لے گئے۔‘‘ احسن بھی ناک چڑھا کر دادی کی بلغمی آواز کی بالکل ٹھیک ٹھاک نقل اتار کر بولا۔

’’لیں بھابی، یہ اب شکایتی پروگرام نشر کر آئے ہیں اب ان کی پھپھو غبارے کی طرح منہ پھلا کر بیٹھ جائیں گی، شامت ہماری آئے گی۔‘‘ زبیدہ بیگم نے پریشانی سے اپنی جیٹھانی (شکیلہ) کا چہرہ دیکھا جو اس اطلاع پر خود بھی تناؤ کا شکار ہو گئی تھیں۔

’’چچی، آپ اس غبارے میں سوئی مار کر ساری ہوا نکال دیجیے گا......‘‘ احسن نے جل کر مشورہ دیا تو تابندہ کے لیے اپنی ہنسی روکنا دشوار ہو گیا جبکہ چچی کی پریشانی کا گراف ایک دم ہی بڑھ گیا تھا۔ احسن نے شرارتی نظروں سے تابندہ کو دیکھا۔

’’بھئی بھوک زیادہ لگی ہوئی تھی، اس لیے آپ کے ساتھ ہی شروع ہو گیا، مائنڈ مت کیجیے گا۔‘‘ تابندہ مسکرا دی۔

’’دیکھا بھابی، پہلے ہی مسئلے کم نہیں ہیں، اوپر سے ان صاحبزادوں نے دماغ خراب کر رکھا ہے......‘‘ زبیدہ بیگم نے شکایتی نظروں سے پھر انہیں دیکھا۔

’’لو ویسے آپ دیورانی، جیٹھانی کی بنتی نہیں ہے لیکن پھپھو اور دادو کے خلاف فوراً میثاقِ جمہوریت کی میز پر چڑھ بیٹھتی ہیں......‘‘ فراز کے منہ پھٹ انداز پر وہ دونوں تو کھسیا کر ہنسنے لگیں جبکہ تابندہ کو اندازہ ہوا کہ اس گھر میں آزادیِ اظہار پر کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے ہر وقت کوئی نہ کوئی ٹاک شو جاری رہتا تھا۔

’’اس قدر منحوس فطرت پائی ہے آپ کی نند کی بیٹی نے کہ بتا نہیں سکتا......‘‘ فراز کا غصہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

’’آخر ہوا کیا ہے کچھ تو بتاؤ......؟‘‘ شکیلہ بیگم نے دبے، دبے لہجے میں پوچھا۔

’’ہونا کیا ہے آج اپنا سہیلیوں کا جتھا لے کر میرے ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر ہنس، ہنس کر گا رہی تھی۔

پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کر ناصرؔ
غم کو پینے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے‘‘

’’لو بھلا اس کا کیا مطلب ہوا......؟‘‘ زبیدہ بیگم نے ناک پر انگلی رکھ کر حیرت سے پوچھا انہیں حقیقتاً سمجھ نہیں آئی۔

’’اوہ میری بھولی ماں، آپ کے لیے ہی شاید کسی نے کہا ہے کہ ’’تو کی جانے، بھولیے مجے، انارکلی دیاں شاناں......‘‘ فراز ماتھے پر ہاتھ مار کر جل کر بولا۔

’’زیادہ زبان نہ چلاؤ، یہ فلسفے ہماری سمجھ میں نہیں آتے، اس لیے آسان زبان میں بتاؤ......‘‘ انہوں نے تپ کر اپنے بیٹے کا سرخ چہرہ دیکھا۔

’’ہاں تو میں کون سا الجبرا کا سوال حل کرنے کو کہہ رہا ہوں......‘‘ فراز کی بدلحاظی بھی عروج پر تھی۔

’’آپ لوگوں کے اسی بھول پن کا ناجائز فائدہ پھپھو اور دادو اٹھاتی ہیں۔ آپ تینوں دیورانیاں، جیٹھانیاں بس آپس میں ہی لڑنے میں شیر ہیں......‘‘ احسن کو بھی غصہ آگیا۔ تابندہ نے کسٹرڈ پیالی میں ڈالتے ہوئے ان سب کو دیکھا جو اب اس کی موجودگی کو بالکل ہی فراموش کیے بیٹھے تھے۔

’’زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں، بتانا ہے تو بتا دو، ورنہ ہم لوگ کچن میں جا رہے ہیں۔‘‘ شکیلہ بیگم کی بیزاری پر فراز نے شکوہ کناں نظروں سے احسن کو دیکھا۔

’’آپ لوگوں کو اپنی اولاد کی عزت اور بے عزتی کا کوئی احساس نہیں۔‘‘ فراز بدگمان ہوا۔

’’لو اب ایک نیا تماشا......‘‘ احسن کی والدہ شکیلہ بیگم نے تعجب سے ناک پر انگلی رکھی۔

’’او ہماری سارے جہان کی بھولی ماؤں......‘‘ کشن صوفے پر پھینکتے ہوئے فراز صدمے سے کراہ اٹھا۔

’’وہ گلابی سنڈی ہم دونوں کے امتحانوں میں آنے والی ’’سپلی‘‘ کا مذاق اڑا رہی تھی شاعری کی زبان میں۔‘‘ فراز نے وضاحت کی۔

’’وہ کیسے......؟‘‘ دونوں خواتین نے سخت حیرانی سے انہیں دیکھا۔

’’محترمہ فرما رہی تھیں۔

پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کر ناصرؔ
غم کو پینے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے‘‘

’’اب سمجھ آیا؟ ‘‘فراز کی بات پر تابندہ بے ساختہ مسکرا دی۔

’’لو بی مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا ویسے اردو میں کبھی ڈھنگ کے نمبر نہیں لیے لیکن شعر سارے مطلب کے یاد کر رکھے ہیں۔‘‘ احسن کی والدہ شکیلہ بیگم کو بھی غصہ آگیا۔

’’لیکن سوچنے کی بات ہے کہ ان کو تمہارے فیل ہونے کا بتایا کس نے......؟‘‘ زبیدہ بیگم نے بات تو پتے کی تھی لیکن اسے سنتے ہی فراز تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

’’امی ہزار دفعہ بتایا ہے کہ ایک ہی مضمون میں سپلی آئی ہے آپ ایسے منہ پھاڑ کے فیل ہونے کا اعلان کرتی ہیں کہ مجھے لگتا ہے جیسے سارے ہی مضامین میں اڑ گیا ہوں۔‘‘ وہ خفا ہوا۔

’’چلو ایک ہی سہی لیکن ان کو بتایا کس نے......؟‘‘ ان کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

’’تمہارے دا جی نے ہی بیگم کے کان میں پھونک ماری ہوگی۔ کل دونوں کافی عرصے بعد ہنس، ہنس کر اکٹھے جلیبیاں کھا رہے تھے۔‘‘ شکیلہ بیگم کو ابھی ابھی یاد آیا۔

’’ہو ہی نہیں سکتا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘ احسن نے ان کی بات کو سختی سے جھٹلایا۔ ’’دا جی اپنے پکے یار ہیں۔ ہماری مخبری کر دی تو ان کو پتا ہے راحت بیکری سے برفی اور گلاب جامن کون لا کر دے

گا۔'' احسن کے لہجے کا یقین تابندہ کو حیران کر گیا۔

''شرم کرو شوگر کے مریض کے ساتھ ایسی محبت دشمنی ہی ہوتی ہے......'' زبیدہ بیگم نے تاسف بھری نظروں سے اپنے بیٹے فراز کو دیکھا۔

''اور سینما میں چوری، چوری فلم کون دکھانے لے کر جائے گا......'' فراز، احسن کے کان میں سرگوشی کر کے ہنسا۔ قریب بیٹھی تابندہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جبکہ خیریت رہی کہ دونوں خواتین اپنی نند کے گناہ بخشوانے میں مصروف تھیں۔

''پھر آخر اس ''عروج'' کی بچی کو ہمارے ''زوال'' کی کہانی کس نے سنائی......؟'' فراز کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''گھر کی تینوں بچیاں تو اپنی خالہ کے پاس سیالکوٹ گئی ہوئی ہیں اور گھر میں سوائے ہمارے اور گھر کی ملازمہ کے ہے ہی کون؟'' زبیدہ بیگم کو بڑی فطری سی پریشانی لاحق ہوئی لیکن ان کی اسی پریشانی کے اندر چھپا جواب دونوں کو مل گیا۔

''اوہ......!'' فراز کے دماغ میں آخر کوئی چیز کلک کر ہی گئی۔

''گھر کی ملازمہ ......'' وہ تڑپ کر اٹھا اور دوٹوک انداز میں اپنی والدہ اور تائی اماں کی طرف دیکھا۔ سارا معاملہ اسے سمجھ آ گیا تھا۔

''آج اس شرمیلی عرف ''شرلی بیگم'' کو میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا، جو ہر وقت دوسروں کے سروں پر پٹاخے پھوڑتی ہے۔ اس کی لگائی بجھائی والی عادت ہی اسے کسی دن میرے ہاتھوں مروائے گی۔'' وہ خطرناک ارادوں کے ساتھ کچن کی طرف بڑھا جہاں شرمیلی بلند آواز میں نور جہاں کا گانا ''وے چھڈ میری وینی نہ مروڑ، وے کچ دیاں ونگاں نہ تروڑ'' گاتے ہوئے برتن دھو رہی تھی۔

''آج اس کی ''وینی'' (بازو) کے ساتھ ساتھ اس کی زبان بھی کاٹ کر پانی میں بہا آتا، سارا ''سیاپا'' ہی ختم ہو جائے گا......'' احسن نے بھی اسے مزید بھڑکایا...۔ تابندہ نے خوفزدہ انداز سے کچن کی طرف دیکھا جہاں سے فراز کے گرجتے برسنے کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

''توبہ ہے، ایک تو میں ان لڑکوں سے سخت بیزار ہوں، کسی آئے گئے کا خیال کیے بغیر اپنی زبانیں چلاتے رہتے ہیں۔'' زبیدہ بیگم سخت کوفت کا شکار ہوئیں۔ جبکہ ایک دفعہ پھر اس ''آئے گئے'' کے خطاب پر تابندہ نے جھنجلاہٹ سے پہلو بدلا۔

''دیکھ کر آؤں کہیں اس ماسی پھاپھا کٹنی کی زیادہ ہی طبیعت سیٹ نہ کر دے اور وہ کام چھوڑ کر چلی گئی تو پھر ایک نیا پواڑا پڑ جائے گا۔'' زبیدہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف بڑھیں جہاں فراز بالکل ''دبنگ'' کے سلمان خان کے اسٹائل میں ''شرلی'' کو دھمکیاں دینے میں مصروف تھا۔

''سوری بیٹا، تم بھی کیا سوچتی ہو گی کہ اس گھر میں ہر روز ہی ایک نئی فلم چل رہی ہوتی ہے......'' شکیلہ بیگم نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی سنجیدہ سی تابندہ کو مخاطب کر کے خفت زدہ لہجے میں کہا۔ انہیں یہ کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والی سمجھدار سی لڑکی بہت اچھی لگتی تھی۔

''اچھا ہے ناں انہیں بغیر ٹکٹ کے لائیو فلم دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے......'' احسن نے گہری نظروں سے اس سنجیدہ سی لڑکی کی گھنی پلکوں کو غور سے دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں آنٹی، میں تو ویسے بھی مصروف رہتی ہوں پھر مجھے تو گھر میں رہنے کا موقع ہی کم، کم ملتا ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے ان کی بھرپور تسلی کروانے کی کوشش کی جو کچن میں شرلی کے بلند آواز میں بولنے پر خوفزدہ ہو رہی تھیں۔

''دیکھوں تو سہی، یہ شرمیلی کیوں زبان چلا رہی ہے......؟'' وہ بھی پریشانی کے عالم میں کچن کی طرف گئیں۔

''ہیڈ کوارٹر والوں کی شہہ پر چیخ رہی ہے۔ جن کے لیے مخبریاں کرتی ہے اور پھر وہاں سے انعام میں سوہن حلوے کھاتی ہے۔ ایسے ہی نہیں اس کا کاروبارِ زندگی چل رہا......'' احسن نے منہ بناتے ہوئے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آن کیا۔

''آپ اپنے پھپو کے گھر کو ''ہیڈ کوارٹر'' کیوں کہتے ہیں......؟'' تابندہ کی زبان پھسلی اور احسن تحیر کے عالم میں اٹھ بیٹھا۔

''ہیڈ کوارٹر کی وضاحت تو میں بعد میں کروں گا لیکن شکر ہے کہ آپ نے بھی گھر کے کسی فرد سے بات نہ کرنے کی قسم توڑی......'' اس نے دونوں ہاتھ منہ پر پھیر کر باقاعدہ شکر ادا کیا تو تابندہ ڈھیروں خفت کا شکار ہوئی۔

''ایسی کوئی بات نہیں، ایک تو میں فطرتاً کم گو ہوں...... پھر گھر میں آج کل کوئی لڑکی بھی نہیں۔ اس لیے چپ رہتی ہوں ......'' اس نے سنجیدگی سے وضاحت کی۔

''کیوں، ہم لڑکے بیچاروں کا کیا قصور ہے؟'' اس کے لہجے میں اتنی حیرت تھی کہ تابندہ حقیقتاً شرمندہ ہوئی۔

''یقین مانیں ہم سب لڑکے نکمے، بڑبولے اور نالائق ضرور ہیں لیکن ہم سب میں کوئی بھی ایسا ''ڈان'' نہیں کہ لڑکیاں ہم سے ڈرتی پھریں اور ہم سے تو گھر کے ملازم نہیں ڈرتے۔'' وہ اپنا مذاق خود اڑاتے ہوئے مزید بولا۔

''وہ جو گیٹ پر خنجر مارکہ مونچھوں والا پٹھان چوکیدار ہے ناں۔ وہ بھی ہم پر رعب جما کر سگریٹ، پان منگواتا ہے اور نہ لا کر دینے پر ابا جی سے ٹیوننگ بھی کروا دیتا ہے......'' وہ اس کی بات پر ابھی جی بھر کے حیران بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس نے مزید انکشاف کیا۔

''اور یہ جو ہمارے گھر میں سارے جہاں کی جعلی معصومیت چہرے پر سجائے محترمہ شرمیلی صاحبہ آتی ہیں ناں انہوں نے خاصی ''شرانگیز'' طبیعت پائی ہے۔'' تابندہ نے سخت حیرت سے اس کا پُرجوش انداز دیکھا جو آج ہی ساری معلومات اسے دینے پر تُلا بیٹھا تھا۔

''ہمارے گھر میں خواتین کی ساری عالمی جنگوں کے پیچھے اسی محترمہ کا ہاتھ ہوتا ہے، اسی ہاتھ کو توڑنے فراز کچن میں گیا ہے۔ ابھی تو میں نے کسی کو بتایا نہیں، یہ مجھ سے اپنے سبزی فروش منگیتر کو برتھ ڈے گفٹ دینے کے لیے ہزار روپے ادھار لے کر گئی تھی اس کے اس تارکول کے ڈرم جیسے منگیتر کی اگلی سالگرہ آنے والی ہے پر وہ پیسے واپس نہیں ملے......'' احسن کی دکھی داستان پر تابندہ کھلکھلا کر ہنسی تو احسن نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

''ہاں آپ جو ہیڈ کوارٹر کا پوچھ رہی تھیں تو ایسا ہے کہ اس گھر کے سبھی بڑے فیصلے پھپو کے گھر میں ہوتے ہیں کیونکہ دادو کا قیام و طعام وہیں ہے۔ اس لیے ہم لوگوں نے اسے ''جی ایچ کیو'' یعنی جنرل ہیڈ کوارٹر کا نام دے رکھا ہے......'' اس کی دلچسپ وضاحت پر تابندہ کو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔

''اللہ پوچھے فراز تمہیں، زندگی خراب کر کے رکھ دی ہے۔'' زبیدہ بیگم سخت غصے میں کچن سے نکلیں۔

''چلی گئی ہے شرمیلی نوکری چھوڑ کے، اب برتنوں کے پہاڑ سے کون نبٹے گا''؟ شکیلہ بیگم نے ہاتھ میں پکڑی چھری ٹرے میں پٹخ کر احسن کو غصے سے دیکھا۔ جو صوفے پر نیم دراز تھا۔

''خس کم جہاں پاک......'' احسن نے بلند آواز میں شکر ادا کیا۔ ''میں تو آج ہی زردے کی دیگ پکوا کر پوری کالونی میں بانٹتا ہوں......''

''ہونہہ، ہاتھوں میں رکھ کر بانٹ کر آنا، جھولیوں میں ڈال کر لے کر جانا۔ برتنوں کا طوفان تم لوگوں کی بیویاں آ کر دھوئیں گی......'' زبیدہ بیگم نے کھا جانے والی نظروں سے فراز کو دیکھا جو اب بڑے آرام سے مولی کھاتا ہوا باہر آ رہا تھا ایک مولی اس

نے احسن کی طرف اچھالی جو اس نے فوراً ہی کیچ کی۔

''ہاں تو کر دیں ناں شادیاں، آپ لوگوں کو تو اپنے بیٹوں کے سہرے کے پھول دیکھنے کا کوئی شوق ہی نہیں، قسم سے صرف اپنے ہی گھر میں، میں نے ایسی غیر جذباتی مائیں دیکھی ہیں۔ جنہیں اپنے پوتے پوتیاں کھلانے کا کوئی شوق نہیں......'' فراز نے احسن کے پاس ڈھیر ہوتے ہوئے بہت اطمینان سے مشورہ دیا۔ جو دونوں خواتین کو پتھر کی طرح لگا۔

''ہمیں کوئی شوق نہیں، پہلے تم لوگوں کو پال رہے ہیں پھر تمہاری زبان دراز بیویوں کو لا کر اپنے سروں پر بٹھا لیں......'' زبیدہ بیگم نے تپ کر پالک کاٹنی شروع کر دی۔

''واہ امی، زبان درازی کیسے کریں گی، ہم مر گئے ہیں کیا، کھینچ کر رکھیں گے انہیں۔ آپ ایک دفعہ ہمیں آزما کر تو دیکھیں......'' احسن نے آنکھ کا کونا شرارت سے دباتے ہوئے فراز کی طرف دیکھا جو بڑے ذوق شوق سے مولی کے چھلکے اتار رہا تھا۔

''سبحان اللہ......'' انہوں نے طنزیہ نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ ''بیٹا اس شکل اور کرتوتوں کے ساتھ کون اپنی بیٹی دے گا......'' شکیلہ بیگم نے ابرو چڑھا کر دیکھا۔

''آپ ایک دفعہ ہاں تو کریں۔ کیا پتا کسی خوب صورت لڑکی کی کوئی آپ جیسی ظالم، سوتیلی ماں ہو۔ وہ اپنی بیٹی کو بوجھ سمجھ کر سر پر سے اتارنا چاہتی ہو......'' احسن نے مولی کو نمک لگاتے ہوئے دونوں خواتین کے جذبات پر نمک پاشی کرتے ہوئے شرارت سے تابندہ کو دیکھا۔

''دفع کریں بھابی، آپ بھی کن پاگلوں کے منہ لگ رہی ہیں۔'' زبیدہ بیگم نے کھا جانے والی نظروں سے دونوں کو گھورا۔

''سارا ان کے دادا جی کی ڈھیل کا نتیجہ ہے کہ ان کو ماؤں سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں رہی۔ بات یوں کرتے ہیں جیسے ہم ان کی مائیں نہیں سہیلیاں ہوں......'' شکیلہ بیگم کا پارہ بھی ایک دم ہی ہائی ہوا۔

''اچھا ہے ناں، آپ کی بہوئیں آ کر بابرا شریف کی طرح اچھل، اچھل کر گا یا کریں گی کہ ''میری ساس ہے میری سہیلی، ساری سکھیوں سے البیلی......'' احسن اب میز کو طبلہ سمجھ کر گا رہا تھا...... دونوں خواتین تابندہ کا لحاظ کر کے بہ مشکل ضبط کے کڑے مراحل سے گزریں۔ کچن میں پڑے گندے برتن ان کے حواسوں پر سوار تھے۔

''ارے ٹینشن نہ لیں، شام تک وہ شرمیلی عرف شرلی صاحبہ واپس آ جائیں گی......'' فراز کو ان کی اصل ٹینشن کا بخوبی اندازہ تھا۔

''اس پیٹو کو پتا ہے کہ آج گھر میں حلیم پکے گا اور پھر لڑکیاں بھی شام کو واپس آ رہی ہیں جن سے اس نے سرخی پاؤڈر اور رنگ برنگے پراندے منگوائے ہیں......'' احسن کی بات پر ان دونوں خواتین کا غصہ کچھ کم ہوا۔

''ویسے بھی وہ کون سا پہلی دفعہ واک آؤٹ کر کے گئی ہے۔ سیاسی لوٹوں کی طرح اِدھر اُدھر لڑھکتی رہتی ہے۔ یہاں سے ہیڈ کوارٹر اور وہاں سے یہاں......'' احسن کی تسلی پر دونوں خواتین اب اچھی خاصی مطمئن ہو گئی تھیں۔

''آنٹی آپ لوگوں میں سے چائے کون، کون پیے گا، میں کچن میں اپنے لیے بنانے جا رہی ہوں......'' تابندہ کی بات پر وہ چاروں چونکے اور اس کی موجودگی کا خیال آیا۔

''اُف، ایک تو آپ خود دھان پان سی ہیں اور اوپر سے بولتی انتہائی کم ہیں، قسم سے دھیان ہی نہیں رہتا کہ آپ بھی یہاں موجود ہیں......'' فراز نے مولی کا آخری ٹکڑا بھی منہ میں ڈالتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو وہ مسکرا دی۔

''تم لوگوں کی مشین کی طرح چلتی زبانیں

رکیں گی تو کسی اور کو بولنے کا موقع ملے گا......'' زبیدہ بیگم نے طنزیہ انداز سے دونوں کو ڈھیٹوں کی طرح ہنستے دیکھا۔ فراز اور احسن کا ڈیپارٹمنٹ ایک ہی تھا اس لیے خوب بنتی تھی۔

''یہ دنیا کا پہلا گھر ہو گا جہاں کی لڑکیاں کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والی اور لڑکے سارے کے سارے چلتے پُرزے اور چھچھورے......'' شکیلہ بیگم نے اپنا دُکھتا ہوا سر دبایا۔

جبکہ وہ ان کی باتوں پر کوئی تبصرہ کیے بغیر کچن میں چلی گئی۔ چائے کا پانی رکھتے، رکھتے اس نے شرمیلی کے چھوڑے ہوئے برتن جلدی، جلدی دھو کر شیلف صاف کی اور چائے کے پانچ کپ لے کر باہر آئی تو دونوں خواتین نے سکون کی سانس لی جبکہ وہ دونوں وہاں سے غائب تھے۔

☆☆☆

''ہاں بھئی تابندہ دل لگ گیا تمہارا ہمارے گھر میں......؟'' ماہ رخ نے دوستانہ مسکراہٹ سے پوچھا۔

وہ ابھی ابھی ڈھیر سارے فرنچ فرائز اور بھاپ اڑاتے چائے کے کپ لے کر لان میں پہنچی، جہاں ان تینوں لڑکیوں نے ڈیرے لگا رکھے تھے۔ ان کی آمد کی خبر کے ساتھ ہی شرمیلی بیگم سارے اختلافات بھلائے سرخ پراندہ پہنے انجمن اسٹائل میں آن پہنچی۔ اس کی آمد سے گھر میں موجود تینوں بہوؤں نے سکون کی سانس لی۔

''ہاں اب تو کافی دل لگ گیا ہے۔ شروع میں کچھ بوریت ہوئی تھی کیونکہ گھر میں کوئی بھی لڑکی نہیں تھی......'' تابندہ نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

''ہاں یار میری کزن کی شادی تھی۔ میں اور دعا تو جا رہے تھے ہم نے سوچا کہ انعم پیچھے سے اکیلی بور ہو گی تو اسے بھی ساتھ لے جائیں گے۔'' ماہ رخ خاصی زندہ دل اور ہنس مکھ سی لڑکی تھی۔ رشتے داری ہونے کے باوجود یہ ان لوگوں کی پہلی دفعہ ملاقات تھی لیکن ان کے دوستانہ مزاج کی وجہ سے تابندہ کو بالکل بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا۔ ویسے تو جنجوعہ ہاؤس کی خواتین نے بھی اس کا کافی خیال رکھا تھا لیکن اپنی تینوں کزنز کے ساتھ مل کر اسے واقعی خوشی ہوئی۔

''ہم لوگوں کو بھی جب تمہاری آمد کا پتا چلا تو بڑی بے چینی ہوئی۔ امی بہت تعریف کر رہی تھیں۔'' ماہ رخ کی بات پر وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

''اچھا......؟'' اس نے بے یقینی سے کہا۔

''حالانکہ میری تو گھر میں بہت کم کسی سے بات ہوتی تھی، میڈیکل لائف بندے کی ساری سوشل لائف ختم کر دیتی ہے۔'' تابندہ نے سادگی سے کہا۔

''تابندہ آپی، میری امی تو سخت اپ سیٹ تھیں کہ ان لڑکوں نے ہمیشہ کی طرح گھر میں اودھم مچا رکھا تھا اور ان کو آپ کے سامنے کافی شرمندگی ہوتی رہی......'' انعم اپنی چائے کا بڑا سا مگ لے کر ان کے پاس ہی آ گئی۔ اس کی بات پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ انعم، شرجیل اور فیضان کی اکلوتی بہن تھی۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، میں نے تو بہت انجوائے کیا۔'' تابندہ نے صاف گوئی سے کہتے ہوئے انہیں تسلی دی۔ ''اصل میں میرے تینوں بھائی حد درجہ سنجیدہ اور کم گو ہیں اوپر سے ہمارے دادا جان کا مزاج خاصا سخت ہے ان کی موجودگی میں ویسے ہی کرفیو لگا رہتا ہے۔ اس لیے میرے لیے تو یہ ماحول بہت مزے کا اور حیران کُن تھا۔'' تابندہ نے فرنچ فرائز کھاتے ہوئے ان تینوں کے مسکراتے ہوئے چہروں کو دیکھا۔

''ایکچوئیلی یار ابرار تایا کے صرف تین بیٹے ہی ہیں اور ہمارا ایک ہی بھائی فراز اور اسجد چچا کے دو بیٹے، اس طرح اس گھر میں لڑکوں کی تعداد ڈبل ہے ہم سے۔'' ماہ رخ نے وضاحت دی۔ ''پھر ان سب کی آپس میں حد درجہ دوستی اور پیار ہے۔ باہر سے آنے

والوں کو تو پتا ہی نہیں چلتا کہ کون کس کا بھائی ہے......"
ماہ رخ کی بات پر اسے فوراً ہی یقین آ گیا۔

"یہ سارے لڑکے، داجی کے انتہائی چہیتے ہیں۔ خواتین کے قابو ہی نہیں آتے۔" دعا نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ وہ ماہ رخ کی چھوٹی بہن تھی جبکہ ان کا اکلوتا بھائی فراز تھا۔

"لیکن ماہ رخ آپی سچ بات تو یہ ہے کہ اس گھر کی ساری رونق انہی کے دم سے ہے، یاد نہیں ایک دفعہ احسن بھائی، فراز بھائی اور شرجیل لوگ کسی ٹرپ پر ایک ہفتے کے لیے شمالی علاقہ جات کی طرف نکل گئے تھے اور گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔" انعم جو سب سے چھوٹے چچا کی بیٹی تھی۔ اس نے بھی شرارتی انداز میں یاد دلایا۔

"ہاں، اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن پھر بھی اصل رونق اس گھر کے داجی ہیں۔ وہ بہت زندہ دل، ہنس مکھ اور دوستانہ مزاج کے حامل ہیں۔ بظاہر بڑے روکھے سے اور سخت مزاج لگتے ہیں لیکن بالکل اخروٹ کی طرح باہر سے سخت اور اندر سے نرم......"
ماہ رخ کا لہجہ محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔

تابندہ کو سخت حیرت ہوئی۔ اس کے گھر میں بڑے ابا کی بے جا روک ٹوک اور پڑھائی کے معاملے میں حد سے زیادہ سختی نے عجیب سا ماحول بنا دیا تھا۔ وہ کچھ دنوں کے لیے گاؤں جاتے تو تابندہ کی امی کھل کر سانس لیتیں۔ اس قسم کے ماحول میں رہتے ہوئے تابندہ کے بھائیوں کے مزاج میں عجیب سی سنجیدگی اور روکھا پن سا آ گیا تھا۔ تابندہ نے انہیں کبھی آپس میں ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس لحاظ سے اسے جنجوعہ ہاؤس میں کھل کر سانس لینے کا موقع ملا تھا۔

"واہ جی واہ یہاں چوری، چوری دعوتیں اڑائی جا رہی ہیں اور ہمیں کوئی لفٹ نہیں۔" ایک دراز قد سی خوب صورت لڑکی کیاری پھلانگ کر لان میں اچانک آئی۔ وہ سب چونک گئیں۔

"بہت بے مروت ہو عروج تم، کچھ گھر میں آئی مہمان کا خیال کر کے ہی چکر لگا جاتیں، یہ سامنے تو گھر تھا۔" ماہ رخ نے اسے دیکھتے ہی شکوہ کیا۔

"کیوں، مہمان صاحبہ کے پیروں میں کون سا مہندی لگی ہوئی تھی۔ یہ خود چکر لگا لیتیں، ہمارے ساتھ بھی اتنی ہی رشتے داری بنتی ہے۔" عروج خاصی منہ پھٹ تھی۔ آتشی گلابی لان کے سوٹ میں اس کی سنہری رنگت دمک رہی تھی۔ اس نے آتے ہی فرنچ فرائز کی پلیٹ اٹھائی اور بے تکلفی سے کیچپ ڈال کر کھانے لگی۔

"اس بیچاری کو کیا پتا، سامنے والے محاذ پر آپ رہتی ہیں۔ ورنہ سب سے پہلے اسی مورچے میں سلامی دینے آتی۔" دعا نے طنزیہ انداز میں اسے دیکھا تو ماہ رخ نے ماحول کو بگڑتے دیکھ کر دانستہ خوشگوار انداز میں کہا۔

"تابندہ یہ ہماری پھوپی زاد کزن عروج ہے۔ سامنے سرخ اینٹوں والا بڑا سا گھر انہی کا ہے......"

"ارے رہنے دو میرا تعارف، وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہوں گی۔ ایک ہفتے سے اس گھر میں مقیم ہیں، صبح شام اس گھر میں میرے گناہ بخشوائے جاتے ہیں۔ انہوں نے غائبانہ بہت کچھ سن لیا ہوگا۔" اس کے استہزائیہ انداز گفتگو پر تابندہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ جس کا اندازہ سو فیصد درست تھا۔

"خیر ایسا بھی اس گھر میں کسی کے پاس فالتو وقت نہیں جو تمہاری شان میں صبح شام قصیدے پڑھتا رہے......" دعا کا انداز بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی ناگواری دور ہی سے نظر آ رہی تھی۔

"کسی اور کے پاس وقت ہو نہ ہو، فراز اور احسن کے پاس تو ضرور ہوتا ہے......" اس کے لہجے میں بھرپور یقین اور چہرے پر کمال بے نیازی تھی۔

"ظاہر ہے جب تم آتے جاتے کبھی گھر میں تو

کبھی یونیورسٹی میں ان سے پنگے لو گی تو وہ تمہاری شان میں چوبیس توپوں کی سلامی دینے سے تو رہے۔" دعا کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔ اس کے تعلقات اپنی اس کزن کے ساتھ سخت کشیدہ تھے اس کا اندازہ تابندہ کو فوراً ہی ہو گیا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کی، یہ فراز کو ہی کوئی نہ کوئی کیڑا کاٹتا ہے جو وہ ہر تیسرے دن میرے ڈیپارٹمنٹ پہنچ جاتا ہے......" عروج کی زبان میں گویا کانٹے اگے ہوئے تھے اور وہ تابندہ کا لحاظ کیے بغیر اس بے معنی بحث میں الجھی ہوئی تھی۔

"اس کے کیڑے کا تو مجھے پتا ہے کہ وہ کون سا ہے؟ اور کیوں کاٹتا ہے؟ لیکن تمہیں پتا نہیں کون سا ابال اٹھتا ہے جو مہروز کے ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر ہی ختم ہوتا ہے۔" دعا کے بہت کچھ "جتاتے" انداز پر عروج کا چہرہ سرخ ہوا۔

"افوہ کیا ہو گیا ہے دعا تم لوگوں کو...... جہاں بیٹھتی ہو وہیں چونچیں لڑانا شروع کر دیتی ہو، کچھ تو آئے گئے کا لحاظ کر لیا کرو......" ماہ رخ کے تنبیہی انداز پر تابندہ نے بڑے کوفت بھرے انداز سے پہلو بدلا۔ یہ "آئے گئے" کا لفظ تو اس کے لیے چڑ ہی بنتا جا رہا تھا۔ جبکہ عروج نے گود میں رکھی فرنچ فرائز کی پلیٹ سامنے رکھی میز پر پٹخی تھی۔ وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"ماہ رخ آپی، کل ہمارے گھر میں میلاد ہے۔ امی اور دادو نے آپ سب کا بلاوا بھیجا ہے۔ میں یہ ہی کہنے آئی تھی۔" اپنی بات مکمل کر کے اس نے پھر مور پنکھ کی باڑ کسی چھلاوے کی طرح پھلانگی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ گیٹ عبور کر گئی۔

"تھینکس گاڈ، عروج آپی نے کچھ تو فرنچ فرائز چھوڑ دیے، میرا تو دل بیٹھا جا رہا تھا ان کو کھاتے دیکھ کر......" انعم کی بات پر تابندہ اور ماہ رخ دونوں کو ہی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔ جبکہ دعا کا مزاج ہنوز برہم تھا۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی، اس کے منہ لگنے کی خواہ مخواہ......" ماہ رخ نے محتاط انداز میں اپنی چھوٹی بہن کا خفا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں اس کے منہ لگتی ہوں......؟" اس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑا کپ ٹرے میں رکھا اور کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ "وہ محترمہ جان بوجھ کر ایسے بے ہودہ ڈرامے کرتی ہیں۔ فضول میں مہروز کے

ٹیچر

کسی کو اس کے الجھے بالوں اور ملگجے لباس کی وجہ سے غریب نہ سمجھو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹیچر ہو اور اس کی چھٹیاں ہوں۔

مرسلہ: جبیں نیاز، ملتان

کیا خوب

آج کا انسان اپنے دکھ سے نہیں بلکہ دوسروں کے سکھ سے دکھی ہے۔

مرسلہ: انیقہ انا، چکوال

بہتر کام

زندگی سے جو بھی بہتر سے بہتر کام لے سکتے ہو لے لو کیونکہ جب زندگی کچھ لینے پر آتی ہے تو سانس تک بھی نہیں چھوڑتی۔

مرسلہ: عزیزہ غنی، پاک پتن

قابلِ غور

پریشانی میں مذاق، خوشی میں طعنہ زنی اور غصے میں تنقید نہ کرو کیونکہ اس سے رشتوں میں موجود محبت ختم ہو جاتی ہے۔

مرسلہ: فرحانہ ناز ملک، ڈی جی خان

پیچھے ہاتھ منہ دھو کے پڑ گئی ہے۔'' دعا کے منہ پھٹ انداز پر ماہ رخ نے گڑبڑا کر تابندہ کو دیکھا جو اپنے سیل فون پر کوئی ٹیکسٹ لکھنے میں مگن تھی۔

''ہمیں اس سے کیا، وہ جو کچھ بھی کرے۔ اس کے لیے شکیلہ تائی کافی ہیں......'' ماہ رخ نے اپنی طرف سے بات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

''ہمیں کیوں کچھ نہیں ہے......؟'' دعا نے کڑے تیوروں سے اپنی بڑی بہن کو دیکھا جو تابندہ کی وجہ سے سخت ٹینس تھی۔

''آپ لوگوں کو کوئی پرابلم ہو یا نہ ہو، مجھے تو ہے۔'' دعا نے جل کر کہا۔ ''پہلے پھپھو نے دادو سے کہہ کر انعم کی رضوان کے ساتھ بچپن سے طے شدہ بات ختم کروائی اور اپنی بیٹی سارے زمانے کی فیشنی ذوباریہ کا زبردستی رشتہ کروایا اب مہروز پر ان کی نظر ہے......'' دعا کے لہجے میں سارے جہاں کی تلخی تھی۔

تابندہ نے اس انکشاف پر سر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھی معصوم سی انعم کا تاریک اور دھواں دھواں چہرہ غور سے دیکھا۔ اسے بھی حقیقتاً افسوس ہوا تھا۔

☆☆☆

''حد ہوتی ہے ظلم کی، حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی......'' فراز کی خودساختہ مظلومیت سے لبریز آواز نے تابندہ کے قدم روک لیے۔

''حد ہوتی ہے بے انصافی کی اور حد ہوتی ہے بے شرمی کی، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے داجی کہ آپ نے یہ ساری حدیں دن دیہاڑے توڑ دی ہیں......'' احسن کی مصنوعی صدمے میں ڈوبی آواز پر تابندہ نے سامنے ٹی وی ہال میں جھانک کر دیکھا تو اسے اندر داخل ہوتے ہی جھٹکا سا لگا۔

کھانے کی میز پر آلتی پالتی مارے فراز، احسن اور مہروز بڑی فرصت سے بیٹھے تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر دعا اور ماہ رخ بیزار شکلوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کی کرسیوں پر براجمان تھیں۔ ٹی وی ہال کے بڑے صوفے پر داجی کسی ''ولن'' کی طرح اور ان کے عین قدموں میں شرجیل اور فیضان مرے مرے انداز سے ان کی ٹانگیں دبا رہے تھے۔ جبکہ ان کے سامنے والے صوفے پر جنجوعہ ہاؤس کی خواتین تاسف بھرے انداز میں اپنے سسر کو دیکھ رہی تھیں۔

''ناں میں نے کسی سیاستدان کی طرح اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کا اعلان کر دیا ہے جو تم لوگ حکومتِ وقت کی طرح یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میری طرف دیکھ رہے ہو۔'' داجی نے بھی ایک ادائے دلبرانہ سے ساری عوام کو دیکھا اور جیب سے تسبیح نکال لی۔

''یااللہ رحم کر، ایسی قاتل ادائیں دنیا میں کسی کے داجی کی ہوں گی بھلا......؟'' انہیں تسبیح کرتے دیکھ کر فراز تڑپ کر بولا۔ تابندہ بھی خاموشی سے سنگل صوفے پر آ کر بیٹھ گئی کسی نے بھی اس کی موجودگی کا نوٹس نہیں لیا ہاں احسن نے ضرور اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ اسی لمحے داجی نے بھی احسن کی مسکراہٹ کو بطورِ خاص نوٹ کیا اور اپنی جگہ پر بے چین ہوئے لیکن اس وقت حالات ان کے لیے بالکل بھی سازگار نہیں تھے۔

''میں پوچھتی ہوں ابائی (اباجی) آپ کو بھلا سینما ہاؤس جانے کی ضرورت کیا تھی......؟'' شکیلہ بیگم نے قدرے محتاط انداز میں اپنے سسر کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے کسی پہنچے ہوئے درویش کی طرح بیٹھے تسبیح کر رہے تھے۔

''میری ضرورت کو چھوڑو، ذرا اپنی نالائق اولاد سے پوچھو یہ وہاں کون سا چلّہ کاٹنے گئے تھے......'' داجی نے آنکھیں کھول کر بڑے جلالی انداز میں ساری عوام کو دیکھا لیکن اس وقت ان کے جلال پر بھی کو ملال نے گھیر لیا۔

''واہ جی واہ، میں کروں تو سالا کیریکٹر ڈھیلا ہے......'' احسن مارے صدمے کے چھلانگ لگا کر

میز سے اتر آیا۔

''تم دونوں کی تو تمہارے باپ سے ایسی چھترول کرواؤں گا کہ لگ پتا جائے گا......'' داجی نے سرِعام دھمکی دی اور تیزی سے تسبیح کے دانے گرانے لگے۔

''بس، بس داجی یہ امریکا کی طرح دھمکیاں نہ دیں، ہم نے ہاتھ میں پکڑا کشکول اب پھینک دیا ہے......'' فراز نے خاصی لمبی بڑک ماری۔

''ہونہہ، جب انجن ہی خراب ہے تو ڈبے کیسے ٹھیک چلیں گے؟'' وہ طنزیہ انداز میں فراز اور احسن کو دیکھ کر بولے کیونکہ وہ دونوں سب کزنز میں بڑے تھے۔

''آپ انجن کی فکر نہ کریں، ہمارے حالات تو پاکستان ریلوے کی طرح مخدوش ہو ہی چکے، آپ کیوں اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔'' فراز کون سا کسی سے کم تھا۔

''یہ فیل ہونے کے بعد تمہاری زبان زیادہ نہیں چلنے لگی......'' داجی مشتعل ہوئے۔ ''بہو، ذرا ان خبیثوں سے پوچھو یہ مجھے تو کہہ کر گئے تھے کہ ہم اکیڈمی جا رہے ہیں کسی پروفیسر صاحب سے ملنے......'' داجی نے سخت رنجیدہ انداز میں بیٹھی شکیلہ بیگم کو اپنا ہمنوا بنانے کی ناکام کوشش کی۔

''ہاں تو آپ بھی گھر میں بیان جاری کر کے گئے تھے کہ کسی دوست کے......'' احسن نے بات ادھوری چھوڑی۔ تابندہ کو ابھی تک سارا معاملہ سمجھ نہیں آیا تھا۔

''دُر فٹے منہ تم لوگوں کا......'' دادو اپنی لاٹھی گھسیٹتی ابھی ابھی کمرے میں خاصے فلمی انداز سے داخل ہوئیں تو کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

''ستیاناس ہو، تمہارے دادے کی انی شوقینی کا......'' دادو نے اندر آتے ہی زوردار لاٹھی فراز کی کمر پر رسید کی جو سامنے ہی کھڑا تھا۔

''لو میرا کیا قصور ہے......؟'' فراز غصے سے اچھلا۔ ''اپنے میاں پر بس نہیں چلا تو مجھ پر قاتلانہ حملہ کر دیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ میں دو جوان جہان بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں، کل کو مجھے کچھ ہو جائے تو میری بہنوں کی ڈولی کو کندھا کون دے گا......'' فراز نے اپنی کمر سہلاتے ہوئے بڑا جذباتی ڈیزی کٹر حملہ کیا۔

''ایک کی ڈولی کو تو میں کندھا دے دوں گا......'' مہروز نے شرارتی نظروں سے اپنی چچازاد کزن دعا کو دیکھا جو اس جملے سے بلش ہوئی تھی جبکہ سب دادو کی طرف متوجہ تھے۔

جبکہ دادو کو دیکھ کر داجی کے تسبیح چلاتے ہاتھوں میں تیزی آ گئی اور ان کے قدموں میں بیٹھے شرجیل اور فیضان فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، انہیں پتا تھا کہ دادو کو منہ سے باتیں کرنے کا کم اور اپنی لاٹھی چلانے کا زیادہ شوق تھا۔

''وے جاوے جا، زیادہ بڑکیں نہ مار، وڈا آیا ڈولی کو کندھے دینے والا، خود بانس کی طرح اِدھر اُدھر ڈولتا پھرتا ہے اور باتیں دیکھو دس، دس من کی کر رہا ہے۔'' دادی نے خالصتاً لاہوری اسٹائل میں فراز کو کھری، کھری سنائیں تو تابندہ نے دلچسپی سے سفید بالوں اور پوپلے سے منہ والی دادی کو دیکھا جن کے ساتھ اس کا پہلی دفعہ سامنا ہوا تھا۔

تابندہ کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ کو دیکھ کر احسن نے وکٹری کا نشان اسے دکھایا تو وہ فوراً خفت زدہ انداز سے دائیں بائیں دیکھنے لگی وہ تو شکر تھا کہ سب دادو کے اس ہنگامی چھاپے پر بوکھلائے ہوئے تھے۔

''ناں کرامت اللہ، یہ مسٹنڈوں والی حرکتیں کب چھوڑے گا، قبر میں تیرے پاؤں ہیں اور حرکتیں تیری کالجیوں (کالج میں پڑھنے والوں) والی ہیں۔ کیوں اس عمر ے اپنے اور میرے چٹے چاٹے میں کھے ڈلواتا ہے......'' دادو کی توپوں کا رخ ان کی طرف مڑتا دیکھ کر سب نے سکون کی سانس لی لیکن یہ

سکون عارضی تھا۔

''لو میں نے کیا، کیا ہے......؟'' داجی صاف مکرے۔ ''میں تو ان خبیثوں کا پیچھا کرتے ہوئے سینما گیا تھا......'' ان کی بات پر احسن اور فراز نے سخت صدمے سے انہیں دیکھا۔

''ہاں دادی، ان کو پیچھا کرنے کی اتنی چاہ تھا کہ یہ ہم سے پہلے ہی سینما ہاؤس میں پہنچ کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے......'' احسن نے طنزیہ انداز میں داجی کی طرف دیکھا جو اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس لیے بوکھلا گئے۔

''دیکھ کرامت اللہ! مجھے تیرا نہ پتا ہو تو چلو میں تیری گھسی پٹی کہانی پر اعتبار کرلوں، تیری فلم بینی کی عادت جب فراز کے باپ میں آئی تھی تو تب تجھے مرچیں لگتی تھیں۔ کچھ حیا کو ہاتھ مار اور ان جوان ہوتے بچوں کا کچھ سوچ، ان کا بھی کوئی ''سیاپا'' کرنا ہے کہ نہیں......'' داجی نے ہاتھ میں پکڑی لاٹھی فضا میں لہرائی۔

''واہ دادو نے اتنی خوب صورت بات کتنی بدصورتی سے کی ہے یار، قسم سے دل ہی توڑ دیا......'' فراز صدمے سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ ''چل وڈے سیاپے تو وی بے جا......'' فراز نے احسن کا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

''تو لفظوں پر نہ جا، یہ سوچ کہ ہم خواہ مخواہ دادو سے بدگمان ہوتے رہے لیکن اس گھر میں واحد خاتون ہیں جن کو ہمارا خیال ہے، ورنہ ہماری ماؤں نے تو بے حسی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔'' احسن نے بلند آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے اپنے جگری یار کو تسلی دی۔

''یار دادو آخر اپنا یہ حسین جوڑا پہن کر ہیڈ کوارٹر سے نکلی کس ارادے سے ہیں......'' مہروز بھی ان کے قریب آن بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر تجسس ٹھاٹیں مار رہا تھا۔ جبکہ تینوں خواتین بیزاری سے پہلو بدل رہی تھیں ان کو معلوم تھا کہ جب بھی وہ اپنا چکن بریزے کا یہ سوٹ پہن کر نکلتی تھیں تو کوئی نہ کوئی دھماکا ضرور کرتی تھیں۔

''آپ نے کچھ سوچا بیگم صاحبہ ان سیاپوں کا......'' داجی نے بڑی مہارت سے بات کا رخ بدلتے ہوئے اپنے پوتوں کو طنزیہ انداز سے دیکھا۔

''ہک ہا...... میں بڈھی جان کہاں، کہاں متھا دوں۔'' دادو نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

''میں تو کہتی ہوں کہ رضوان کے ساتھ مہروز کو بھی ایک ہی قسط میں نبیڑ دو......'' دادو کی بات پر کمرے میں ایک چھوٹا سا زلزلہ آ ہی گیا۔

''بیگم صاحبہ پہلے اپنی گنتی ٹھیک کرلیں آپ کا حساب کتاب خاصا خراب ہے۔'' داجی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''یہ اوپر والے گستاخ شہزادے آپ کو نظر نہیں آئے جو درمیان والی پود پر حملہ کر دیا ہے۔'' داجی نے کینہ توز نگاہوں سے احسن اور فراز کی طرف اشارہ کیا۔ جو خود بھی اس ناانصافی پر سخت صدمے کا شکار تھے۔ جبکہ مہروز کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ دادو بس ایسے ہی اپنے فیصلے سنا کر مارشل لا نافذ کر دیتی تھیں۔ مہروز اور دعا دونوں خوفزدہ نگاہوں سے دادو کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''یار یہ دادی کو گنتی دوبارہ یاد کرواؤ، ہمیشہ الٹی گنتی ہی اسٹارٹ کرتی ہیں۔ مہروز اور رضوان کے بڑے بھائی نے کون سا دادو کی بھینس چوری کر رکھی ہے......'' احسن رنجیدگی کے عالم میں اول فول بکے جا رہا تھا۔

''ان بچوں کے رشتے تو گھر میں ہی موجود ہیں کرامت اللہ! کچھ ہوش کے ناخن لو......'' دادو آہستہ، آہستہ اپنے جرنیلی موڈ میں آ رہی تھیں۔ زبیدہ بیگم اور ساجدہ بیگم نے ایک بامعنی سا اشارہ کر کے اپنی جیٹھانی شکیلہ بیگم کو اکسایا، جو سخت

بیزاری سے پہلو بدل رہی تھیں۔ ویسے بھی مہروز اور رضوان دونوں ان کے بیٹے تھے۔

''اماں برا نہ منایئے گا، میرا رضوان اور مہروز کی شادی کا ابھی کوئی ارادہ نہیں، ایک تو رضوان کے ایم بی اے کا تیسرا اور مہروز کا آخری سمسٹر ہے۔ سب سے بڑی بات کہ جب ان دونوں سے بڑے احسن کی ابھی کہیں بات چیت طے نہیں تو میں کیوں دونوں چھوٹوں کی پہلے کردوں؟'' شکیلہ بیگم کے دو ٹوک انداز پر دادو نے سخت برہمی سے اپنی سب سے بڑی بہو کا چہرہ دیکھا۔ جو اس وقت پھولن دیوی کی طرح آہنی دیوار بن کر سامنے آن کھڑی ہوئی تھیں۔

''واہ میری ماں واہ، تم جیو ہزاروں سال......'' احسن نے ایک ہلکا سا نعرہ بلند کرتے ہوئے محبت پاش نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا۔

''یہ کس کتاب میں لکھا ہے، چھوٹوں کی شادی پہلے نہیں ہوسکتی......؟'' دادو کا لہجہ غضب ناک ہوا۔

''اسی کتاب میں لکھا ہے، جہاں یہ تحریر ہے اپنی سب سے بڑی اولاد کی شادی سب سے آخر میں کرنی چاہیے۔'' شکیلہ بیگم کی بات پر دادو بھڑک اٹھیں۔

''جب ابرار کو اعتراض نہیں تو تمہیں کیا مسئلہ ہے......؟''

''شادی ابرار کی نہیں میرے بیٹوں کی ہے......'' شکیلہ بیگم کھل کر میدان میں اتریں۔ ویسے بھی وہ تین جوان بیٹوں کی ماں تھیں کیوں دب کر رہتیں۔

''کیوں، تم بیٹے جہیز میں لے کر آئی تھیں کیا......؟'' دادو نے لاٹھی کارپٹ پر مار کر غصے سے حاضرین کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھا۔

''میں ''جہیز'' میں نہیں لائی تو ابرار بھی بیٹے ''بری'' میں نہیں لے کر آئے تھے......'' شکیلہ بیگم کا وار خاصا جاندار تھا۔ داجی نے توصیفی نظروں سے اپنی جی دار بہو کو دیکھا جو اُن کی بیگم کا ٹھیک توڑ ثابت ہوئی تھیں۔ دعا کا چہرہ فق ہوا تو وہ غیر ارادی طور پر تابندہ کے پاس آن بیٹھی۔ سارے ہی کمرے کا ماحول ایک دم سرد ہوگیا۔

''بہو، مجھے تم سے بات نہیں کرنی، میں اب ڈائریکٹ ابرار سے ہی بات کروں گی۔'' دادو لاٹھی کو زمین پر ٹکا کر حتمی لہجے میں بولیں۔

''آپ بہت شوق سے بات کریں، رضوان کی بات تو آپ نے اپنی مرضی سے طے کردی، مہروز اور احسن کے معاملے میں مجھ سے کوئی امید مت رکھیے گا......'' شکیلہ بیگم نے آج بہادری کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔

اپنی سب سے بڑی بہو کو پہلی دفعہ باغی لہجے میں بولتے دیکھ کر ایک دفعہ تو دادی کو بھی سو واٹ کا چھوٹا سا جھٹکا لگا تھا۔ جبکہ شکیلہ بیگم پاؤں پٹختی ہوئی کمرے سے واک آؤٹ کر چکی تھیں۔ ان کی دیورانیوں نے سخت خوفزدہ نظروں سے اپنی ساس کا انار کی طرح ہوتا سرخ چہرہ دیکھا، وہ لاٹھی لہراتی ہوئی بالکل سلطان راہی کے اسٹائل میں اٹھیں۔ ان کو دروازے کی طرف آتا دیکھ کر وہاں کھڑا فراز اچھل کر صوفے کے پیچھے جا کھڑا ہوا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ غصے کے عالم میں لاٹھی کا حملہ جان لیوا ہی ثابت ہوگا۔

☆☆☆

''بھئی آج سے کئی سال پہلے اسلام آباد گئی تھی میں ابائی (ابا جی) کے ساتھ۔'' بڑی پھپو جو آج بطورِ خاص اس سے ملنے آئی تھیں، خاصے روکھے سے انداز میں بولیں۔ ان کی نک چڑھی عروج بھی ساتھ تھی جس نے بالوں میں سرخ رنگ کی اسٹریکنگ کروا رکھی تھی۔ اس وقت بیزاری سے کسی فیشن میگزین میں سر دیے بیٹھی تھی۔

''لیکن سچ پوچھو تمہارے گھر جا کر کوئی مزہ نہیں آیا......'' کرخت چہرے والی پھپو نے منہ پھاڑ کر کہا تو تابندہ ہکا بکا رہ گئی۔

''پھپو، آپ کون سا جلو پارک یا چڑیا گھر گئی

تھیں، جو مزہ نہیں آیا......'' احسن نے گفتگو میں ٹانگ اڑائی اور پھپو نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے کہا۔

''ہمارے تایا جان یعنی تمہارے دادا نے گھر میں دفعہ چار سو بیس نافذ کر رکھی تھی، جہاں کوئی چار بندے اکٹھے بیٹھے دیکھتے تھے۔ ان کو ہول اٹھنے لگتے تھے......'' انہوں نے برا سا منہ بنا کر کافی پہلے کا واقعہ یاد کیا۔ (اور دفعہ بھی اپنی مرضی سے بنالی)

''میں نے تو ابائی سے گھبرا کر کہا کہ یہ کون سی سینٹرل جیل میں لے آئے ہیں مجھے......'' وہ منہ پھاڑ کر ہنسیں تو سامنے لیپ ٹاپ پر کام کرتے احسن نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''حالانکہ پھپو آپ تو بالکل ٹھیک جگہ پہنچی تھیں۔'' اس کے طنزیہ انداز پر پاس بیٹھے فراز نے بہ مشکل اپنا قہقہہ دبایا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا......؟'' بڑی پھپو نے کڑے تیوروں سے اپنے بھتیجوں کو دیکھا جن کی زبان درازی ان کو زہر لگتی تھی۔

''میرا مطلب ہے، تابندہ کی ماما تو خاصی خوش مزاج سی ہیں..... آپ کو مزہ کیوں نہیں آیا۔'' احسن کی خود ساختہ معصومیت کم از کم تابندہ کو سخت حیران کرتی تھی۔

''تمہیں کیسے پتا ہے......؟'' انہوں نے ابرو چڑھا کر طنزیہ انداز سے دیکھا۔

''میں پچھلے سال گیا تھا داجی کے ساتھ......''

اس کی بات پر تابندہ چونکی...... ''محترمہ آپ کسی ٹرپ کے ساتھ مری گئی ہوئی تھیں......'' احسن نے اس کے آنکھیں پھیلانے پر وضاحت کی۔

''ہاں، ماں تو اس کی اچھی ہے لیکن سسر نے خوب دبا کر رکھا ہوا ہے، ساس کی کمی بھی وہ ہی پوری کردیتے ہوں گے۔'' وہ ٹھٹھا لگا کر ہنسیں۔

''ظاہر ہے تایا کس کے ہیں......'' فراز منہ میں ہی بڑبڑایا تھا یہ تو خیریت رہی کہ پھپو اور ان کی نازک مزاج بیٹی کی سماعتوں تک اس کا جملہ نہیں پہنچا تھا، ورنہ یہاں اچھا خاصا دنگل لگ جاتا۔

''تمہارے بھائی کیا کرتے ہیں......؟'' پھپو نے تابندہ کی خاموشی سے اکتا کر یونہی پوچھا۔

''جی ایک بھائی نے سی اے کیا ہے۔ اسٹیٹ بینک میں جاب ہے اس کی، دوسرا آرمی میں میجر ہے اور تیسرا اسپیشلائزیشن کرنے آسٹریلیا گیا ہوا ہے۔'' تابندہ کی بات پر پھپو اور عروج دونوں کو ہی جھٹکا لگا۔ ان کے چہرے کے تاثرات گرگٹ کی طرح بدلے۔

''شادیاں، وادیاں ہوگئی ان کی......؟'' پھپو فرطِ اشتیاق سے تھوڑا سا آگے کو جھک آئیں۔

''نہیں، ابھی تو نہیں، ماما لڑکیاں دیکھ رہی ہیں آج کل......'' تابندہ کی اطلاع پر دونوں خواتین کے چہروں سے چھلکنے والی مسرت بڑی فطری سی تھی۔

''اُف، محترمہ نے کام کی بات تو اب کی ہے......'' فراز اور احسن اپنا کام چھوڑ کر پھپو اور ان کی لاڈلی کو پینترا بدلتے دیکھ رہے تھے۔

''اے بیٹا، پورے دس دن ہوگئے ہیں تمہیں یہاں آئے ہوئے، ایک دفعہ بھی دل نہ چاہا کہ پھپی اور بوڑھی دادی سے مل آؤں، بس آج رات کا کھانا تم نے ہماری طرف ہی کھانا ہے۔'' پھپو کے محبت سے لبریز لہجے پر تابندہ ہکا بکا رہ گئی جبکہ عروج بھی بڑی دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اب اس سے محو گفتگو تھی۔

''میں اکیلے کیسے ان کی طرف جاؤں، میں تو کبھی ان کے گھر نہیں گئی۔'' شام سات بجے ہی اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ ماہ رخ اپنے ماموں کے گھر گئی ہوئی تھی جبکہ دعا اور انعم نے ساتھ جانے سے صاف انکار کردیا تھا۔

''بھئی اب کوئی تو چلا جائے تابندہ کے ساتھ۔'' زبیدہ بیگم نے اس کے ہراساں چہرے کو دیکھ کر ہمدردی سے کہا۔

''کیوں، وہ کون سا کوئی بھوت بنگلا ہے جہاں ڈاکٹرنی صاحبہ اکیلے نہیں جاسکتیں......'' مہروز نے کچن سے جھانکتے ہوئے لقمہ دیا۔

''کسی بھوت بنگلے سے کم بھی نہیں ہے......'' دعا نے بیزاری سے منہ کھول کر جمائی لی۔

''ایسا کرو، دعا بیٹا تم چلی جاؤ بہن کے ساتھ......'' زبیدہ بیگم کی بات پر دعا کو جھٹکا لگا اور ساری سستی بھک کرکے اڑ گئی۔

''کیسی باتیں کرتی ہیں امی......'' وہ تڑپ کر بولی۔ ''یاد نہیں، پھپو بطورِ خاص میری طرف منہ کرکے کہہ کر گئی تھیں کہ رات تابندہ کا ڈنر ہماری طرف ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہی ہوا ناں کہ باقی لوگ سکون کریں اور منہ اٹھا کر آنے کی زحمت نہ کریں۔'' دعا کو شدید غصہ آیا۔

''چلو انہوں نے تمہاری طرف منہ کرکے کہا تھا تم دادو اور عروج کی طرف منہ کرکے بیٹھ جانا، پھپو کی طرف متھا ہی نہ کرنا......'' احسن نے کچن میں کھڑے، کھڑے گفتگو میں حصہ لیا۔

''ان کو متھا دینا ویسے بھی آپ کا ہی کام ہے، میرے جیسوں کی تو وہ چٹنی بنا کر کھا جائیں......'' دعا کے انداز میں جھنجلاہٹ تھی۔

''جانے دو بیٹا، اب ایسی بھی کوئی ایمرجنسی نہیں نافذ کر رکھی انہوں نے......'' زبیدہ بیگم نے سلائی بکس سے فراز کی شرٹ پر لگانے کے لیے بٹن ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ اس لیے بڑے مطمئن انداز سے اپنی بیٹی کے تپتے رخساروں پر نگاہ ڈالی۔

''لو ایک آدھ بندے کے جانے سے وہاں کیا فرق پڑے گا......'' فراز بھی چپل گھسیٹتا ہوا وہاں آن پہنچا۔

''اگر اس ایک آدھ بندے کا نام دعا ہو تو بہت فرق پڑتا ہے۔'' دعا کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ ''ویسے بھی میری کہاں بنتی ہے پھپو کی بیٹیوں کے ساتھ اور پھپو کا بس نہیں چلتا کہ مجھے مکھی بنا کر دیوار پر چپکا دیں۔'' دعا ان سب سے ضرورت سے زیادہ بدگمان تھی۔

''ویسے بات تو دعا تم نے سولہ آنے درست کی ہے لیکن ذرا سوچو کہ تم مکھی بن کر کتنی عجیب لگو گی......'' مہروز جو کچن میں احسن کے ساتھ کافی بناتے ہوئے اس بحث کو سن رہا تھا۔ اس کی شرارت پر دعا کے چہرے پر پھیلنے والے انوکھے رنگ اتنے دلکش تھے کہ سخت پریشانی میں بھی تابندہ ان کا نوٹس لینے پر مجبور ہوگئی۔

''ہاں، اور ساتھ میں تمہیں ''مکھا'' بنا کر چپکا دیا جائے تو یقین مانو دیوار بھی صدمے سے گر پڑے گی۔'' احسن نے بھی پیچھے سے حملہ کیا۔

''مجھے بتائیں ناں کہ میں کیا کروں......؟'' تابندہ نے وال کلاک پر آٹھ کے ہندسے کو عبور کرتی گھڑی کو سخت پریشانی سے دیکھا۔ وہ سب تو حسبِ عادت اپنی ہی نوک جھوک میں مصروف ہوگئے تھے۔ مہروز کو تابندہ کے چہرے پر پھیلی پریشانی کا احساس ہوا۔

''بھئی یہ کون سا مسئلہ کشمیر ہے جو سلجھایا نہیں جا رہا۔ انعم کدھر ہے، اسے ساتھ لے جائیں ناں۔'' مہروز نے اپنی طرف سے معاملہ حل کرنے کی کوشش کی۔

''اسے سخت زکام ہو رہا ہے......'' دعا نے اطلاع دی۔ ''پھپو کی بیٹیوں کا تو پتا ہے ناں کہ کتنی نازک مزاج ہیں، انہیں ہر وقت یہی وہم رہتا ہے کہ جراثیموں کی فوج ان کے تعاقب میں ہے......'' دعا نے بیزاری سے مزید وضاحت کی تو وہ سب مسکرا دیے۔

''چچی آپ چلی جائیں ناں......'' مہروز نے چچی کو دیکھا جو اپنے دانتوں کے ساتھ بڑی مہارت سے دھاگا کاٹ رہی تھیں۔

''توبہ کرو......'' انہوں نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''وہاں ساسو ماں کا مزاج سوا نیزے پر ہے، ان کو لگتا ہے، میں شکیلہ بھابی کو سب کے خلاف بھڑکاتی

ہوں۔اس رشتے سے انکار والے واقعے کے بعد سے وہ غبارے کی طرح منہ پھلائے پھر رہی ہیں۔"

"لو سارا مسئلہ ہی حل، یہ جس سوئی سے آپ بٹن لگا رہی ہیں اسی کو مار کر ان کے غبارے کی ہوا نکال دیں۔" فراز کے مفت مشورے پر انہوں نے گھور کر اسے دیکھا جو مہروز کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس رہا تھا۔

"ویسے چچی، آپس کی بات ہے......" احسن کافی کا کپ میز پر رکھ کر تھوڑا سا جھکا۔ "دادو کا خیال کچھ ایسا بھی غلط نہیں، میری بھولی بھالی ماں کو آپ ہی پیچھے سے پمپ کرتی ہیں۔" احسن کی شرارت پر وہ بے ساختہ ہنسیں۔

"شکر کرو کہ تمہاری ماں نے ظالم حکمرانوں کے آگے کلمۂ حق بلند کر دیا، ورنہ تم سے چھوٹے دونوں کی شادیاں ہو رہی ہوتیں اور تم ان کے تنبو اور قناتوں کا حساب کرتے رہ جاتے۔" بات کا رخ اور طرف نکلتے دیکھ کر تابندہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"آنٹی بتائیں ناں، میں کیا کروں، میرا بالکل بھی اکیلے جانے کو دل نہیں کر رہا......" تابندہ کے روہانسی انداز پر سبھی چونکے۔

"ابھی تو پہلی دعوت ہے محترمہ، آپ نے شام میں ان کو اپنے گھر کا جو پیچ بتایا ہے۔ پھپھو کو اپنا ٹارگٹ پورا کرنے کے لیے صبح شام آپ کے لیے کوئی لنگر بھی چلانا پڑا تو چلائیں گی۔" احسن کے معنی خیز انداز پر تابندہ نے حیرانی سے سب کے ہنستے ہوئے چہروں کو دیکھا۔

"کون سا پیچ......؟"

"محترمہ آپ کے تین عدد، پڑھے لکھے، ویل سیٹلڈ، کنوارے بھائیوں کا پُرکشش پیکج، جس کے منظرِ عام پر آتے ہی اس ہنگامی ڈنر کا انعقاد کیا گیا ہے۔" احسن خاصا منہ پھٹ سا تھا لیکن اس کی یہ بات تو اسے بہت عجیب لگی۔

"مجھے آپ کی بات کی سمجھ نہیں آئی......؟"

اس کی سنجیدگی پر زبیدہ بیگم نے ایک تنبیہی سا ہنکارا بھر کر احسن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا لیکن احسن کی زبان کے آگے تو خندق تھی۔

"جب آپ کو جی ایچ کیو میں چار عدد فیشن کی دلدادہ کنواری لڑکیاں نظر آئیں گی تو ساری بات خود ہی سمجھ میں آ جائے گی۔" احسن نے اپنی بات کی وضاحت کر کے حیرت سے میز کی طرف دیکھا اس کی کافی کا مگ فراز کے لبوں سے لگا ہوا تھا۔

"چلیں آپ یہ مفکرِ پاکستان کی طرح سوچنے والا پوز کل بنا لیجیے گا......" احسن کی بات پر اس نے کنپٹی سے اپنی انگلی ہٹائی اور حیرت سے اسے دیکھا۔ "اب کوئی اور تو نہیں جا رہا تو چلو میں ہی آپ کے ساتھ دادو کا دیسی ککڑ اڑا آتا ہوں، ویسے تو ان کے گھر کی کوئی چیز مجھے ہضم نہیں ہوتی لیکن آپ کی خاطر گھر آ کر اسپغول کا چھلکا پی لوں گا۔" احسن کی اداکاری عروج پر تھی لیکن وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یار آتے، آتے ایک جھانکی "اُدھر" بھی مار آنا اور دیکھ لینا کہ جان ریمبو نے کچھ جان وان بنالی ہے یا نہیں......؟" فراز کے لہجے میں چھپی شرارت کو احسن نے ایک لمحے میں بھانپا تھا۔ جبکہ تابندہ کو ان کی "خفیہ" باتیں کم ہی سمجھ میں آتی تھیں۔

"بھئی آج تو ساری فوجیں وہاں دسترخوان پر اکٹھی ہوں گی اور حالات بھی خاصے سازگار ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ وقت ضائع نہ ہی کیا جائے۔" احسن نے جاتے، جاتے فراز کو کوئی ہدایات جاری کیں۔ اس کے اشارے پر فراز اور مہروز کا چہرہ کسی ٹیوب لائٹ کی طرح چمکنے لگا۔

"آپ لوگ بہت عجیب باتیں کرتے ہیں......" لان سے گزرتے ہوئے تابندہ کی سنجیدگی پر احسن ٹھٹکا۔ وہ دونوں پھپھو کی طرف جا رہے تھے۔

"ہماری باتیں عجیب نہیں ہیں، اصل میں آپ کو سمجھ نہیں آتیں......" احسن نے ہنستے ہوئے وضاحت دی۔

"ہاں ہو سکتا ہے کیونکہ آپ لوگ شروع سے اکٹھے رہتے آئے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کیمسٹری بھی میچ کرتی ہے۔ اس لیے فوراً ایک دوسرے کے آنکھ کے اشاروں کو بھی سمجھتے ہیں۔" تابندہ نے کھلے دل سے اس بات کو تسلیم کیا۔

"جب آپ بھی یہاں کچھ عرصہ رہیں گی تو آپ کو بھی ساری باتیں سمجھ میں آنے لگیں گی......" احسن نے سڑک پار کرتے ہوئے اسے تسلی دی۔ "ویسے ایک بات تو بتائیں، آپ کو ہمارا گھر کیسا لگا......؟"

"بہت اچھا، بہت فرینڈلی اور مزے کا ماحول ہے......" تابندہ نے سادگی سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، اگر آپ کو مستقبل میں یہاں رہنا پڑے تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا......" احسن چلتے، چلتے رکا اور معنی خیز لہجے میں بولا تو تابندہ کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا......؟" وہ جان بوجھ کر انجان بنی۔

"بھئی داجی کا خیال ہے، جنجوعہ ہاؤس میں ایک عدد ڈاکٹر کی سخت ضرورت ہے، میں نے سوچا چلو یہ قربانی میں ہی دے دیتا ہوں۔" احسن نے ڈھکے چھپے الفاظ میں مسکراتے ہوئے کہا تو تابندہ کے گال سرخ ہوئے۔ وہ دانستہ خاموش رہی جبکہ دل کی دھڑکنوں میں عجیب سا ارتعاش برپا تھا۔ وہ لوگ دو تین منٹ کے بعد پھپھو کے لان میں تھے۔

"ابھی جس جان ریمبو کا فراز ذکر کر رہا تھا اس کا آستانہ وہ ہے......" احسن نے ہاتھ کے اشارے سے سرونٹ کوارٹر کے پاس بنے مرغیوں کے بڑے سارے دڑبے کی طرف اشارہ کیا تو تابندہ نے خوشگوار حیرت سے اس طرف دیکھا۔

غزل

سب ادھورے سے خواب چھوڑ آئے
اپنے پیچھے سراب چھوڑ آئے

اس کی چوکھٹ پہ آج آتے ہوئے
زندگی کی کتاب چھوڑ آئے

درد جب حد سے بڑھ گیا تو پھر
جسم و جاں کے عذاب چھوڑ آئے

باتوں، باتوں میں یاد کچھ نہ رہا
دلِ خانہ خراب چھوڑ آئے

آج کمرے میں اس کے بستر پر
ایک تازہ گلاب چھوڑ آئے

منزلِ عشق و معرفت مت پوچھو
سب گناہ و ثواب چھوڑ آئے

اک وفا کے سوال پر سیما
اس کو ہم لاجواب چھوڑ آئے

شاعرہ: پروفیسر سیما سراج
پرنسپل، عثمانیہ گرلز کالج

"اس آستانے میں دادو بطورِ خاص سرگودھا اور سیالکوٹ سے دیسی ککڑ منگوا کر رکھتی ہیں۔ ویسے تو انہیں بٹیروں سے بھی خاصا شغف ہے لیکن جو عقیدت اور محبت انہیں مرغیوں سے ہے۔ اس کا نصف بھی داجی سے ہو جائے تو یقین مانیں داجی کا بڑھاپا سنور جائے۔" احسن کی غیر سنجیدگی پر اسے ہنسی آگئی۔

جبکہ ان دونوں کو اکھٹے آتا دیکھ کر پھپو کے چہرے پر آنے والی ناگواری کی تہ ان کے ڈھیروں میک اپ کے باوجود صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"شکر ہے احسن نے بھی ہمارے گھر آنے کی قسم توڑی......" انہوں نے مسکرانے کی کوشش میں اپنے جبڑوں کو زبردستی پھیلایا جبکہ ان کی چاروں بیٹیاں شاید کسی پارلر والی کے عیش کروا کر آئی تھیں۔

"یار تم لوگوں کو گرمی نہیں لگتی......" احسن نے معصومیت سے ان چاروں کو دیکھا جو تابندہ سے مصنوعی محبت کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس کی بات پر چاروں نے چونک کر اپنی کاجل سے لبریز آنکھوں کو پھیلایا تو ایک لمحے کو تو احسن بھی ڈر گیا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تیسرے نمبر والی عانیہ جل کر بولی۔

"بھئی یہ جو تین، تین انچ کی تم لوگوں نے چہروں پر بیس چڑھا رکھی ہے۔ کیا کہیں سے مفت میں فاؤنڈیشن کا ٹب مل گیا تھا۔" احسن نے صوفہ سنبھالتے ہی فراز کو ٹیکسٹ کیا کہ ڈائننگ میز پر دعوتِ شیراز کا اہتمام ہو چکا ہے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا......؟" عروج نے سب سے بڑی بہن ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے احسن کو گھور کر دیکھا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا اسیل فون گڑبڑا کر جیب میں ڈال لیا۔

"بھئی، میرا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں کی اسکن ہی اتنی فریش، بے داغ اور تر و تازہ ہے کہ تمہیں کسی مصنوعی ہتھیار کی ضرورت نہیں......" احسن نے حتی الامکان اپنے لہجے کو خوشگوار رکھا۔

"ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے مصنوعی ہتھیاروں کی۔" عروج کے صاف جھوٹ پر اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اک لمبی سانس لی۔

"یا اللہ خیر، اس جھوٹ پر کوئی چھوٹا موٹا زلزلہ ہی نہ آ جائے......" اندر داخل ہوتے فراز کی بڑبڑاہٹ احسن کے ساتھ، ساتھ تابندہ کی سماعتوں تک بھی پہنچی جبکہ وہ سخت حیرت سے ان کی آمد و رفت کو دیکھ رہی تھی۔

"بھئی دادو، آپ مجھے بہت یاد آ رہی تھیں، میں نے سوچا کہ آج تو کھانا میں اپنی سویٹ دادو کے ساتھ ہی کھاؤں گا......" فراز نے پھپو کے ساتھ اندر داخل ہوتی دادو کو دیکھتے ہی جذباتی حملہ کیا۔

"ارے جانے دو، سیاستی ماں کی اولاد ہو، ساری منہ دیکھے کی محبتیں ہیں......" دادو نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ان کا مزاج خاصا بگڑا ہوا تھا جبکہ احسن کے ساتھ فراز کی آمد پر پھپو کی پیشانی کے بلوں کی تعداد میں ایک دم ہی اضافہ ہوا تھا۔

"میں تو انتہائی محبت کرنے والی دادو کا پوتا ہوں اور یہ ہی میرا آئندہ انتخابات میں منشور ہوگا......" فراز کی انتہائی بے تکی بات پر احسن نے کان میں انگلی پھیر کر ٹیڑھی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے مہروز آ رہا تھا۔

"بھئی داجی کا حکم ہے کہ وہ رات کے کھانے پر بچی کا ساتھ نہیں دے سکتے کیونکہ وہ ایک انگریزی فلم دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے ان کا کھانا ٹرے میں لگا کر دے دیا جائے......" مہروز کی اطلاع پر دادو نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں تو اس فلمی بابے کو کھانے پر انوائٹ کس نے کیا تھا......؟" دادو نے بے مروتی کی انتہا کر دی۔

"جی، میں نے کیا تھا......" فراز نے گردن

جھکا کر کہا۔ "میں سمجھا کہ آپ تابندہ کے ساتھ ان کو بلانا بھول گئی ہیں......" فراز کی اطلاع پر دادو کے ساتھ ساتھ پھپو کے چہرے پر بھی برہمی چھلکی لیکن تابندہ کی موجودگی میں وہ اپنے خیالات کا اظہار کھل کر کرنے سے قاصر تھیں۔ اس لیے داجی کے لیے کھانا لینے وہ بادلِ ناخواستہ کچن کی طرف چل دیں۔ جبکہ احسن اور فراز وہیں جم کر بیٹھ گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد فیضان اور شرجیل بھی خراماں خراماں چلے آئے۔ پھپو کا موڈ ٹھیک ٹھاک خراب ہو گیا تھا۔

"احسن بھائی، آپ لوگوں کو دیکھ کر تو لگتا ہے کہ انجینئرنگ بس "ویلے" اور "فارغ" لوگوں کا ہی کام ہے۔" پھپو کی دوسرے نمبر والی بیٹی رشنا نے اپنی طرف سے خاصا بڑا وار کیا تھا۔ وہ دونوں جو سب سے پہلے ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔ اس کے کمنٹس پر مسکرائے۔

"اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں بہنا، ویلے اور فارغ لوگوں کو اکثر ایسا ہی محسوس ہوتا ہے......" فراز نے اسی کا وار اسی پر پلٹ دیا، جس کی وجہ سے اس کے منہ کے زاویے بڑی تیزی سے بگڑے۔ شرجیل اور فیضان بڑے عجلت بھرے انداز میں کھانا شروع کر چکے تھے۔

"بیٹا، اپنی امی سے بھی کہو ناں، کبھی چکر لگائیں لاہور کا......" پھپو کے لہجے سے ٹپکنے والی مصنوعی محبت پر فراز کے گلے میں پھندا لگا۔ اس نے بڑا ذومعنی قسم کا احسن کو اشارہ کیا۔ جو اس وقت روسٹ کے ساتھ بھرپور انصاف کرنے میں مصروف تھا۔ کھانا بڑے بے تکلف ماحول میں کھایا گیا۔ شرجیل اور فیضان تو فوراً ہی کھسک گئے۔

وہ احسن اور مہروز کے ساتھ گھر واپس پہنچی تو سامنے ہی لاؤنج میں شرجیل اور فیضان دونوں داجی کی ٹانگیں دبانے میں مصروف تھے۔ جبکہ سامنے سلطان راہی کی کوئی پرانی فلم چل رہی تھی۔ اسے آتے دیکھ کر داجی چونکے۔

"رات کو سونے سے پہلے کارمینا یا کوئی چورن کھا لینا، تمہاری پھپی کا بنایا ہوا کھانا، کسی کسی کو ہی ہضم ہوتا ہے۔" داجی نے ٹی وی اسکرین سے نظریں ہٹائے بغیر سب کو ہی کہا تھا۔ سامنے ہی اسکرین پر سلطان راہی مرحوم، انجمن کے ساتھ کسی کھیت کو اجاڑنے میں مصروف تھے۔

"داجی شرم کریں، ہماری پھپی، آپ کی سگی بیٹی لگتی ہیں......" شرجیل نے منہ بنا کر انہیں یاد دلایا۔

"تو میں نے کب انکار کیا، جب سگی اولاد کو باپ کو کھانے پر بلانا یاد نہ رہے تو پھر ایسے ہی بیانات سامنے آتے ہیں۔" داجی نے کھل کر ناراضی کا اظہار کیا۔

"آپ کا کھانا لے کر تو آیا تھا مہروز......" احسن کے منہ سے نکلنے والی بات پر داجی اچھلے۔

"وہ کھانا میرے لیے تھا کیا......؟" ان کے غضب ناک لہجے پر احسن کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن تب تک تیر کمان سے نکل کر داجی کے سینے میں لگ چکا تھا۔

"وہ مسٹنڈا، تو میرے سامنے بیٹھ کر کھاتے ہوئے کہہ رہا تھا، پھپی نے یہ ٹرے خالصتاً اس کے لیے بھجوائی ہے......" داجی کی بات پر چاروں ہی بوکھلا گئے۔ تابندہ کو پتا تھا اب یہاں ایک لمبی عدالت لگے گی، اس لیے وہ نظر بچاتے ہی کھسک گئی۔

☆☆☆

"اللہ کرے برباد ہو جائے وہ گھٹیا انسان، اس کی داڑھ میں کیڑا لگے......" دادو صبح، صبح ہی لاٹھی لہراتی ہوئی ناشتے کی میز پر پہنچیں تو سارے ہی لڑکے گڑبڑا سے گئے۔

"اماں، کیا ہوا......؟" شکیلہ بیگم نے گھبرا کر اپنی سیٹ ساس کے لیے خالی کی لیکن آج کل وہ اپنی ساس کی سب سے ناپسندیدہ بہو تھیں، اس لیے انہوں نے لاٹھی فراز کی کمر پر مار کر اسے سیٹ خالی

کرنے کا اشارہ کیا۔
''دادو، لاٹھی کی زبان میں بات مت کیا کریں، نازک سی میری کمر ہے......'' فراز نے دہائی دی۔
''ایسے ہی تو ہم اسے ''تیلا'' نہیں کہتے......''
احسن شرارت سے بڑبڑایا۔ تابندہ نے حیرت سے دادی کو دیکھا۔
''زوجہ محترمہ، ہوا کیا ہے آخر، کچھ پتا تو چلے......'' اسی افراتفری میں داجی نے اپنی ڈبل روٹی پر جیم لگا لیا تھا۔ شوگر کی وجہ سے ان کی بہویں چیک اینڈ بیلنس کا نظام خاصا سخت رکھتی تھیں۔ اس وقت سب کی توجہ دادو کی طرف تھی۔
''ہائے ہائے، میرا شیر جوان، مستانہ ککڑ رات سے غائب ہے، اللہ جانے کس مردود نے اغوا کر لیا......'' دادو نے رنجیدہ لہجے میں اطلاع دی تو سبھی لڑکوں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔
''کیا......وہ جان ریمبو......؟'' احسن نے مصنوعی صدمے سے کہا۔
''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا......''
مہروز کی شوخی اس دفعہ تابندہ کو فوراً ہی سمجھ آئی۔ ان سب کی نظروں سے ٹپکتی شرارت سے اسے شک ہوا اس واردات کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ سبھی بہویں اپنی ساس سے جان ریمبو کا افسوس کرنے میں مصروف ہو گئیں۔
''رات کو دیسی ککڑ کے تکے بنائے جائیں گے، آپ کو خصوصی دعوت ہے......'' وہ اسپتال کے لیے نکل رہی تھی، جب احسن نے اس کے پاس آ کر رازدارانہ انداز میں اطلاع دی۔
''اس کا مطلب ہے......'' تابندہ نے حیرت سے بات ادھوری چھوڑی۔
''جی، اس کا وہی مطلب ہے جو آپ کو سمجھ آیا ہے۔'' احسن کھل کر مسکرایا۔ ''یہ خفیہ مشن رات داجی کی سرکردگی میں سرانجام پایا تھا۔ اس وقت دادو کا مرحوم مرغا اوپر والے کچن کے فریج میں آرام فرما رہا ہے۔'' احسن نے اپنے بوٹ کے تسمے باندھتے ہوئے مزید اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔
''اوہ مائی گاڈ......'' تابندہ کا اندازہ درست تھا، اس نے حیرت سے داجی کی طرف دیکھا جو اس وقت انتہائی معصوم شکل بنائے دادو کو تسلی دینے کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔
''بہت تیز ہیں آپ لوگ......'' تابندہ باہر نکلتے ہوئے بولی۔
''اپنی بقا کی جنگ لڑنے کے لیے ہر انسان کو تیز ہی ہونا پڑتا ہے......'' احسن گاڑی کے پاس پہنچ کر سنجیدگی سے بولا۔
''ویسے یہ ہے بہت غلط بات......'' تابندہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔
''بھئی داجی کا بہت دل کر رہا تھا اور ان کے لیے تو ہم سب کزنز جان کی بازی لگانے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔'' احسن کے لہجے میں داجی کے لیے چھپی محبت تابندہ کو اچھی لگی اور اس کا ثبوت تو اسے آنے والے چند دنوں میں ہی ہو گیا تھا، جب اگلے اتوار رات دو بجے کسی نے اس کے کمرے کا دروازہ زور، زور سے بجایا۔
''داجی کی طبیعت خراب ہے، آپ کو بابا بلا رہے ہیں......'' احسن کے چہرے کی سنجیدگی سے وہ پریشان ہوئی، اگلے ایک گھنٹے میں داجی پرائیویٹ اسپتال کے آئی سی یو میں زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار تھے۔ ان لمحات میں تابندہ نے ان سب کے ہراساں چہروں کے پیچھے چھپی داجی کی محبت کو بڑے دل سے محسوس کیا۔ اسے حقیقتاً داجی پر رشک آیا تھا۔
''وہ ٹھیک ہو جائیں گے ناں......؟'' احسن کی آنکھوں میں نمی لہرا رہی تھی۔
''انشاءاللہ......'' تابندہ نے خلوصِ دل سے کہا۔
''ان کو کچھ ہوگا تو نہیں......؟'' فراز کے لہجے

میں ہزاروں اندیشے پنہاں تھے۔
''کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو... حوصلہ کریں......'' تابندہ سبھی کو حوصلہ دیتی پھر رہی تھی۔ داجی کی حالت خطرے سے باہر آ گئی تھی اور یہ سب ان کی دعاؤں کا کرشمہ تھا۔ انعم، دعا اور ماہ رخ سورۂ یٰسین پکڑے بیٹھی تھیں۔ جبکہ سبھی لڑکے ان کے کمرے میں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ ڈاکٹرز کی گھوریاں، نرسوں کی بڑبڑاہٹ کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔
''ابائی بس اٹھیں، گھر چلیں، سارا گھر ہی ویران لگ رہا ہے......'' داجی کی بہویں الگ بوکھلائی ہوئی تھیں۔
''لو ایویں گھر چل پڑوں، ابھی تو خدمت کروانے کا موقع ملا ہے......'' داجی کی نقاہت زدہ آواز میں اب بھی دم خم باقی تھا۔
''کرامت اللہ بڈھے ہو گئے ہو لیکن تمہارے چونچلے ختم نہیں ہو رہے......'' دادو اپنے سفید چکن کے سوٹ کے ساتھ آن پہنچیں۔
''ڈاکٹرز نے بتایا ہے کہ تمہاری بدپرہیزی کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے......'' انہوں نے ناگواری سے کہا۔
''جبکہ میرا خیال ہے کہ یہ سب جان ریمبو کی کارستانی ہے۔ وہ ہی داجی کو ہضم نہیں ہوا......'' فراز کی زبان بڑے غلط موقع پر پھسلی۔
''یہ جان ریمبو کون ہے......؟'' دادو نے اپنی زنجیر والی عینک سر سے اتار کر آنکھوں پر لگائی اور فراز کو غور سے دیکھا، جو اَب بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔
''یہ منحوس ایک دفعہ پھر داجی کو ہارٹ اٹیک کروائے گا......'' احسن نے شرجیل کے کان میں سرگوشی کی۔
''دادو، وہ پی ٹی وی کے ڈرامے گیسٹ ہاؤس میں جان ریمبو نہیں آتا تھا۔ اس کی بات کر رہا ہے فراز!'' مہروز نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔
''لو اس کا یہاں بھلا کیا ذکر......؟'' دادو نے ناک چڑھائی، تابندہ نے دلچسپی سے ان چاروں کو دیکھا، جو اس وقت حواس باختہ کھڑے تھے۔
''دادو، جس رات داجی کو ہارٹ اٹیک ہوا، اس رات وہ یہی ڈراما دیکھ رہے تھے......'' تابندہ نے ان سب کی مشکل آسان کی۔
''تھینکس گاڈ......'' سب نے پُرسکون سانس لی اور شکرگزار نگاہوں سے تابندہ کی طرف دیکھا جو داجی کا بی پی چیک کر رہی تھی۔
''آپ بھی ان کے ڈراموں میں شامل ہو گئی ہیں۔'' ماہ رخ نے مسکرا کر تابندہ کو ہلکی سی آواز میں چھیڑا۔
''صحبت کا اثر تو ہونا ہی تھا......'' تابندہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اسے یہ سب زندہ دل، شوخ مزاج لوگ بہت اچھے لگے تھے۔ اس نے تو فون کر کے اپنی والدہ کو ماہ رخ کے رشتے کے لیے بھی کہہ دیا تھا، ویسے تو اسے دعا بھی پسند تھی لیکن اس کا انٹرسٹ مہروز کی طرف دیکھ کر وہ خود ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

☆☆☆

''پہلی دفعہ مجھے احساس ہوا، مجھے اپنے کسی ایک بچے کو ڈاکٹر بھی بنانا چاہیے تھا......'' داجی نے تابندہ کی امی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ تابندہ کی والدہ اپنے سسر کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے اگلے دن ہی پہنچ گئی تھیں۔ اس وقت اسپتال میں وہ احسن کی والدہ شکیلہ بیگم اور والد ابرار صاحب کے ساتھ موجود تھیں۔
''بھئی تابندہ بھی تو تمہاری ہی بیٹی ہے......''
تابندہ کے بڑے ابا کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے نے داجی کو حیران کیا۔
''ویسے کرامت اللہ پوتے، پوتیاں تو تمہارے بڑے لائق فائق نکل آئے، مجھے اس کی

امید ذرا کم ہی تھی۔" تابندہ کے بڑے ابا کے منہ سے نکلنے والے اس فقرے کو سن کر دادو نے بے اختیار پہلو بدلا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں بھائی صاحب، کیا ہوا میرے بچے زیادہ نہ پڑھ سکے لیکن پوتے پوتیوں نے تو یہ کمی پوری کر دی ناں۔" دادو اپنی لاٹھی کے زور پر کھڑی ہوئیں۔ لہجے سے جھلکتی ناگواری پر تابندہ کے دادا نے اپنی چھوٹی بھابی کو بطورِ خاص دیکھا۔ جواً ب دوبارہ بیٹھ گئی تھیں۔

"جی، جی چچی، ماشاء اللہ آپ کے سبھی پوتے پوتیاں لائق نکلے، مجھے تابندہ اکثر فون پر بتاتی ہے۔" تابندہ کی والدہ نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ دادو، رشتے میں ان کی چچی ہی تو لگتی تھیں۔ ان کی بات پر دادو کا پارہ کچھ ڈگری نیچے آیا۔

"آپ لوگ پلیز گھر جائیں، ایسے داجی کے اردگرد جمگھٹا لگانا مناسب نہیں۔" تابندہ نے بڑوں کی کچہری کو برخاست کرنے کے لیے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"اِدھر آؤ بھئی ڈاکٹر صاحبہ......" داجی نے محبت بھرے انداز سے تابندہ کو بلایا۔

"جی داجی......" اس نے فوراً فرمانبرداری سے سر جھکایا۔

"بھئی بھائی جان، بس آج آپ سے ایک ریکوئسٹ کرنی ہے، اگر ناگوار نہ گزرے......" داجی کی بات پر بڑے ابا نے چونک کر اپنے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھا، جو ہارٹ اٹیک کے بعد انہیں کچھ زیادہ ہی اپنے دل کے قریب لگ رہا تھا۔ اسی لمحے احسن بھی میڈیسن کا لفافہ ہاتھ میں پکڑے اندر داخل ہوا تھا۔ اندر کا ماحول اسے خاصا سنجیدہ لگا تو دروازے میں ہی ٹھٹک کر رک گیا۔

"ہاں، ہاں بولو کرامت اللہ، چپ کیوں ہو گئے......؟" بڑے ابا کی رعب دار آواز کمرے میں گونجی۔

"دیکھیں ناں بھائی جان، میرے گھر میں ماشاء اللہ انجینئرز، بینکر، وکیل، بزنس مین سب موجود ہیں، بس ایک ڈاکٹر کی کمی ہے، وہ آپ پوری کر دیں۔" داجی نے بڑے طریقے سے بات شروع کی۔

"یار، اب ڈاکٹر کہیں سے ملتے تو میں ضرور تمہیں خرید کر لا دیتا......" بڑے ابا نے بات کو مذاق میں اڑانے کی کوشش کی۔

"خرید کر لانے کی کیا ضرورت ہے، اپنی تابندہ ہمیں دے دیں......" داجی کے منہ سے نکلنے والی اس بات نے سب کو حیران کیا۔

"کیا مطلب......؟" بڑے ابا کو اتنی سیدھی سادی بات نہ جانے کیوں سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"بھئی دیکھیں ناں، میں ٹھہرا بیمار شیمار بندہ، کسی بھی لمحے گھر میں ڈاکٹر کی ضرورت پڑ سکتی ہے، ایسا کریں، آپ تابندہ بیٹی کو میرے احسن کی دلہن بنا دیں۔" داجی کی بات پر تابندہ نے بوکھلا کر دروازے میں کھڑے احسن کو دیکھا جو داجی کو دو انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنا کر ہلا شیری دے رہا تھا، وہ تو شکر تھا کہ بڑے ابا اور باقی لوگوں کی دروازے کی طرف پشت تھی، ورنہ بڑے ابا نے احسن کی دو انگلیوں کے بجائے پانچوں انگلیاں توڑ کر داجی کے ہاتھ میں پکڑا دینی تھیں۔

"واہ بھئی واہ کرامت اللہ، رشتہ بھی مانگنا نہ آیا، آج تو مجھے پکا یقین ہو گیا کہ تم واقعی بزنس مین بچوں کے باپ ہو۔ بات بھی شروع کی تو اپنے ہی فائدے کے لیے۔" بڑے ابا نے اپنا سگار نکال کر سلگاتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"بڑے ابا، اسپتال میں آپ سگار نہیں پی سکتے، پلیز بند کریں۔" تابندہ کی ڈاکٹری کی رگ صحیح وقت پر پھڑکی تھی۔ بڑے ابا نے چونک کر سگار بجھا دیا۔

"پھر میں کیا سمجھوں......؟" داجی نے تھوڑا جھجک کر پوچھا۔

"بھئی یہ تابندہ کی ماں بیٹھی ہے، اس سے پوچھ لو، مجھے تو کوئی اعتراض نہیں......" بڑے ابا نے ہاتھ جھاڑے۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں اباجی، آپ بڑے ہیں، بہتر سمجھتے ہیں......" تابندہ کی والدہ نے گھبرا کر جواب دیا۔

"ویسے وہ جو اتنی بڑی لڑکوں کی بارات ہے، ان میں سے کون سے والے کی تم بات کر رہے ہو......؟" بڑے ابا نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"یہ آپ کے پیچھے ہی کھڑا ہے نالائق......" داجی کی بات پر احسن بوکھلایا، جس کے نتیجے میں میڈیسن کا شاپر ہاتھ سے گرا اور ساری دوا کے پتے فرش پر پھیل گئے۔

"سوری......" احسن نے گڑبڑا کر فرش سے دوائیاں اکٹھی کرنی شروع کر دیں۔ تابندہ کے لیے اپنی مسکراہٹ روکنا دشوار ہو گیا۔

"اچھا تو یہ ہے تمہارا انجینئرز پوتا......" بڑے ابا نے تنقیدی نگاہوں سے احسن کا جائزہ لیا۔

"ماشاء اللہ بہت ذہین اور فرمانبردار ہے میرا بیٹا......" شکیلہ بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا انہیں تابندہ اپنی بہو کی حیثیت سے پسند آئی ہے۔

تابندہ کی والدہ نے بھی توصیفی نگاہوں سے اس ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھا جواً ب سر جھکائے بڑی شرافت سے داجی کی ٹانگیں بغیر کہے دبا رہا تھا۔

"ہوں...... پوتے تمہارے فرمانبردار ہیں یا میرے سامنے ہی ایکٹنگ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔" بڑے ابا کے شانِ بے نیازی سے کہے گئے جملے پر احسن نے بے چینی سے پہلو بدلا اور داجی نے بروقت ٹانگ مار کر اپنے پوتے کو چپ رہنے کا اشارہ کیا جو اس کی سمجھ میں بھی آ گیا تھا۔

"نہ صرف فرمانبردار بلکہ ذہین و فطین بھی...... ماشاء اللہ انجینئرنگ کے پہلے تین سالوں میں یونیورسٹی میں ٹاپ کرتا رہا ہے۔" داجی نے احسن کی محبت میں کچھ لمبی ہی چھوڑ دی۔ ابرار صاحب اور تابندہ دونوں نے بوکھلا کر داجی کی طرف دیکھا۔ جبکہ بڑے ابا، تابندہ کی والدہ کے ساتھ مشورہ کرنے کے بہانے کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں اباجی آپ......؟ کیوں مروائیں گے......" ابرار صاحب گھبرائے۔

"چپ رہو، اس نے کون سا یونیورسٹی سے ریکارڈ نکلوا کر چیک کرنا ہے......" داجی نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

"پھر بھی ایسے کسی سے جھوٹ بولنا مناسب نہیں......" شکیلہ بیگم کو بھی اعتراض ہوا۔

"لو، بچی کو تو پتا ہے ناں، جب اسے کوئی اعتراض نہیں تو تم لوگوں کو کیا مسئلہ ہے۔" داجی نے محبت بھری نظروں سے تابندہ کو دیکھا جو احسن کی شوخ نگاہوں سے بوکھلائی ہوئی تھی۔

"دیکھ لو بیٹا، سوچ لو، موقع اچھا ہے، ورنہ تمہارے کھڑوس دادے نے اپنے جیسا کوئی اور کھڑوس تمہارے لیے بھی ڈھونڈ لینا ہے۔" داجی کی بات پر تابندہ خوفزدہ ہوئی۔ اس پوائنٹ پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ایک دم ہی اسے داجی پر پیار آیا۔ اب تو اسے جنجوعہ ہاؤس کے مکینوں کے "کوڈز" بھی سمجھ آنے لگے تھے، رہی بات احسن کی "دسیلی" کی وہ بھی کلیئر ہو ہی جانی تھی۔ اس لیے اب یہ سودا اسے مہنگا نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

"ویسے ہم اتنے بھی نالائق نہیں، جتنے آپ کے ہٹلر بڑے ابا سمجھتے ہیں......" وہ بڑی خاموشی سے تابندہ کے ساتھ اسپتال کے لان میں ایک بینچ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں "دسیلی" تو بڑے، بڑے لائق لوگوں کی

بھی آ جاتی ہے، ہے ناں......!'' تابندہ نے اپنے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ کو دبا کر سنجیدگی سے کہا۔

''ویسے طعنے دینے میں آپ بھی داجی سے کم نہیں......'' احسن جل کر بولا تو وہ مسکرا دی۔

''اس کے باوجود آپ داجی کو ''دا'' لگانے سے باز نہیں آتے......''

''یہ سب تو محبت بھری شرارتیں ہیں، جو ایک محبت کرنے والا دل ہی سمجھ سکتا ہے۔ یقین کریں ہمارے گھر میں آپ کو کبھی بوریت کا احساس نہیں ہوگا۔'' احسن اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

''تو میں نے کب کہا، میں اس گھر میں بور ہوتی تھی......'' تابندہ مسکرائی۔

''میں نے خود اپنے گناہ گار کانوں سے سنا تھا، جب آپ ماہ رخ سے اپنی حسرتوں کا ذکر کر رہی تھیں۔'' احسن کی بات پر وہ گڑبڑائی۔

''وہ تو میں اپنے اور جنجوعہ ہاؤس کے لوگوں کا موازنہ کر رہی تھی۔''

''پھر اس موازنے میں جنجوعہ ہاؤس کے مکینوں کا پلڑا بھاری نکلا ناں......!'' احسن کے لہجے میں یقین اور اعتماد کی فراوانی تھی۔ وہ ایک دفعہ پھر اس کے ساتھ بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں......'' وہ صاف مکری۔

''ٹھیک ہے پھر آزما لیں، ہم جیسے محبت کرنے والے بہادر لوگ آپ کو پوری دنیا میں نہیں ملیں گے۔'' احسن نے سینہ تان کر دعویٰ کیا۔

''ابے، یہ محبت اور بہادری کے دعوے بعد میں کر لینا، تابندہ کے بڑے ابا، اِدھر ہی آ رہے ہیں......'' فراز بینچ کے پیچھے سے اچانک ہی سامنے آ کر بدحواس انداز میں بولا۔

''مروا دیا تم نے......؟'' احسن خوفزدہ ہو کر اچھل کر کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''کہاں ہیں وہ......؟'' تابندہ بھی گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

''خبیث انسان، میں نے کہا بھی تھا دھیان رکھنا......'' احسن نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے بوکھلا کر کہا۔

''کچھ شرم کرو، خود تو اس گرمی کے موسم میں پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ کر کوؤں کے شور کے درمیان اظہارِ محبت کر رہے ہو اور مجھے سخت دھوپ میں نگرانی کے لیے کھڑا کر رکھا تھا۔ اوپر سے لعن طعن بھی مجھے ہی کر رہے ہو......'' فراز نے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے جل کر کہا۔

''یہ تقریر بعد میں کر لینا، یہ بتا وہ ہٹلر بڑے ابا کہاں ہیں......؟'' احسن نے گھبرا کر ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔

''وہ تو اے سی والے کمرے میں بیٹھے فالودہ کھا رہے ہیں جو میں اُن کو مصروف رکھنے کے لیے اندر دے کر آیا ہوں......'' فراز کی بات پر احسن کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔

''دیکھ لی آپ نے ان کی بہادری......؟'' فراز نے قہقہہ لگا کر تابندہ سے آنکھ کے اشارے سے پوچھا تو ان دونوں کو اس کی شرارت سمجھ آ گئی تھی۔

''ارے...... بڑے ابا......'' تابندہ نے گھبرا کر ان کی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں گھبرا کر اچھلے۔

''کہاں ہیں......؟'' دونوں خوفزدہ انداز میں مڑے۔ تابندہ کے حلق سے نکلنے والی ہنسی بڑی بے ساختہ تھی۔ دونوں کو ...ایک سیکنڈ میں اس کا مذاق سمجھ آ گیا تھا۔

''دیکھ لی، میں نے آپ کی بہادری بھی......''

تابندہ کی شرارت پر دونوں ہنسے اور پھر ہنستے ہی چلے گئے۔ ان کو اندازہ ہو گیا تھا، جنجوعہ ہاؤس کے زندگی سے بھرپور ہنستے مسکراتے لوگوں میں ایک اور اضافہ ہونے والا تھا۔

لگے۔ اور آخر کار انہوں نے سیکڑوں لڑکیوں میں سے اپنے لیے اپنی پسند کا ہم سفر چن لیا۔ جو انہیں اپنے ہی calibre اور اپنے ہی آئی کیو لیول کا لگا۔ عمر کا فرق اور جوانِ دوشیزہ.... کی سوچ کو بالکل نظر انداز کر کے فیصلہ کرلیا۔ وہ عیاش تھے نہ ہی عورت ان کے ذہن پر سوار رہتی تھی۔ انہیں کتابوں سے لگاؤ تھا۔ وہی ان کے اکیلے پن کی ساتھی تھیں۔ وہ ہر مشورہ انہی سے لیتے اور ہر فیصلہ کرنے سے پہلے انہی کا سہارا لیا کرتے تھے۔ محفلوں میں صرف وقت گزاری، رشتے داروں کو خواہ مخواہ خوش کرنے کی کوشش اور دوست احباب کے ساتھ دنیاداری کے اصولوں پر گامزن رہنے کو وہ وقت کا زیاں سمجھتے تھے۔ انہیں شادی نے کبھی فیسی نیٹ نہیں کیا تھا۔ اپنی تعلیم سے فراغت ملتی تو شاید کسی میں دلچسپی بھی ہوجاتی مگر ایک کے بعد دوسری ڈگریوں کے حصول نے انہیں سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ وہ اپنی ہی ذات کے ہالے میں مقید تھے۔ واحد...... ایک ہی ہستی انہیں گھر بسانے کے فریضے سے آگاہ ضرور کیا کرتی تھی اور وہ عمر رسیدہ ماں تھی۔ جسے وہ ناخوش دیکھنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھے مگر قابو آنے سے بھی گریز کرتے رہتے مگر اب ماں کی سنجیدگی اور فکر مندی نے انہیں سوچنے پر مجبور کردیا۔ اس معاملے میں فطرتاً سہل پسند تو تھے ہی...... ادھر اُدھر مارے پھرنے اور ڈھونڈنے کی کلفتوں سے کیونکر گزرتے...... ماں کا مشورہ دل کو ایسا بھایا کہ ساتھی کے چناؤ میں دیر ہی نہ لگائی اور ہر وہ خوبی جو اُن کے جیون ساتھی میں ہونی چاہیے۔ وہ سائرہ بانو میں پائی گئی۔

جہاں پسندیدگی نے سر ابھارا تھا۔ وہاں مخالف جنس سے لگاؤ اور چاہ کی چنگاری نے بھی اعلانیہ طور پر انہیں باخبر کردیا...... کہ وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ...... بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی...... وہ اچنبھے میں سوچنے لگے کہ یہ سب کیسے اور کب ہوا...... وہ تو سائرہ بانو کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے، فیصلہ کرنے سے حصول کی تمنا سر پر کیسے سوار ہوگئی۔ ان کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوا تھا۔ دراصل جس خوبی کو وہ ہمیشہ اولیت دیا کرتے تھے وہ انہیں مخالف جنس میں شاذونادر ہی نظر آتی تھی اس لیے دل میں خواہش کبھی ابھری ہی نہیں تھی ورنہ جوان تھے، مغربی تہذیب کا کچھ تو اثر ہوتا...... اور پی ایچ ڈی کے دورانیے میں ہی شادی کا فیصلہ ہوچکا ہوتا۔

خاموش دل کو اِک جھٹکا سا لگا تھا۔ جب ذہن نے جھنڈی لہرادی تو پھر نہ وہ متزلزل تھے نہ ہی ان کی سوچوں میں انتشار تھا۔ دل کی گہرائیوں اور روح تک میں طمانیت اور سکون ہی سکون تھا۔ یہ معجزاتی عمل انہیں پھر حیران و پریشان کرگیا تھا۔ اپنی سائڈ کلیر تھی اب انہیں جو بھی فکر اور پریشانی لاحق تھی جس کا تعلق سائرہ سے تھا کہ وہ اس کے اس پروپوزل کو قبول کرتی بھی ہے یا نہیں...... آخر اس کو بھی تو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ ان خیالات نے انہیں کئی راتیں جگائے رکھا اور آخر ان کی عقل و سمجھ کے مابین انہوں نے اپنی پسند کو پرکھنے کا ارادہ کرلیا۔ امید و بیم کی کیفیت میں مبتلا وہ تفتیش و تشویش کے رستوں کی کھوج میں مصروف ہوگئے۔

انہیں فطری طور پر سائرہ بانو تک اپنا پیغام پہنچانا اور اس کی رائے معلوم کرنا بہت محال لگ رہا تھا۔ اماں جان بھی اٹھتے بیٹھتے ایک ہی راگ الاپ رہی تھیں اور حسنات، سائرہ تک رسائی اپنی فطرت کی وجہ سے حاصل نہ کرپائے تھے۔ آخر ماں کو یہ مژدۂ راحت سنانے میں عافیت جانی...... ماں نے مارے خوشی کے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس سائرہ بانو کے رشتے کے لیے چل پڑیں۔

سائرہ جو پروفیسر حسنات کے ارادوں سے بے خبر تھی۔ اب ان کی والدہ کے آنے کی غرض و غایت جان کر حیرت زدہ تھی۔ وہ اس سے تقریباً سترہ سال عمر میں بڑے تھے۔ ایک ہمدرد اور قابلِ احترام استاد کی طرح اس